مدیر: حافظ زبیر علی زئی

ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
مارچ ۲۰۱۳ء

- ولید بن مغیرہ اور جاوید احمد غامدی
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بدلنے والا: یزید
- قاضی ابوالقاسم احمد ابن بقی البقوی
- غلام رسول سعیدی، حیلہ اسقاط اور ایک موضوع روایت
- کیا اہلِ حدیث صرف محدثین کا لقب ہے؟

مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک: پاکستان

حافظ زبیر علی زئی

امام زہری رحمہ اللہ کا امام عروہ رحمہ اللہ سے سماع ثابت ہے

ایک بریگیڈئیر حامد سعید اختر (ر) نامی شخص نے صحیح مسلم کی ایک صحیح حدیث پر حملہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اس روایت کے بے بنیاد ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ زہریؒ کا عروہ سے سماع ہی ثابت نہیں ہے۔'' (میزانِ عمرِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ص ۹۶)

حامد سعید اختر کی مذکورہ بات بالکل جھوٹ ہے اور اس سے پہلے ایک رضا خانی بریلوی محمد کاشف اقبال مدنی رضوی نے اپنی کتاب: علمی محاسبہ میں لکھا تھا: ''معلوم ہوا کہ امام زہری کے عروہ بن زبیر سے سماع ثابت نہ ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔'' (ص ۷۱۔۷۲)

راقم الحروف نے اس باطل دعوے اور من گھڑت اتفاق کا دندانِ شکن جواب دیا اور محدثین کرام و کتبِ حدیث سے ثابت کیا کہ امام زہری رحمہ اللہ نے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے سنا ہے، بلکہ عروہ اُن کے خاص استاذ ہیں۔

(دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۳۸ ص ۲۴۔۲۹، تحقیقی مقالات ۲/۲۲۳۔۲۲۸)

اس تحقیقی مضمون کا جواب ہمارے علم کے مطابق آج تک کہیں سے بھی نہیں آیا اور نہ محمد کاشف اقبال بریلوی کا توبہ نامہ (ہمارے علم کے مطابق) کہیں شائع ہوا ہے۔

منکرینِ حدیث کا یہ طریقہ وطرزِ عمل ہے کہ صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں، کثرت سے جھوٹ بولتے ہیں اور کسی کتاب میں کاتب یا کمپوزنگ کی غلطی والی عبارت اگر ان کی مرضی کی ہو تو اس سے استدلال کرتے ہیں اور جواب موصول ہونے کے بعد صم بکم عمی ہو کر راہِ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔

حنفیوں کی کتابوں میں بھی امام زہری کا امام عروہ (رحمہ اللہ) سے سماع ثابت ہے۔

دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/۳۳۲، ۴/۱۵۴، ۳۴۲)

مشکل الآثار (۱۱/۴۸۰ ح ۴۵۵۵) وغیرہما

[۱۹/ جنوری ۲۰۱۳ء]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

103

اللہ نزّل احسن الحدیث

ماھنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو

نضر اللہ امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

جلد: 10 | ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مارچ ۲۰۱۳ء | شمارہ: 3

اس شمارے میں

قیمت

فی شمارہ: 25 روپے

سالانہ: 400 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0302-5756937

فقہ الحدیث

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

٣٦٣) و عن عمر قال : رآني النبي ﷺ و أنا أبول قائمًا ، فقال : ((**يا عمر! لا تبل قائمًا .**)) ، فما بلت قائمًا بعد . رواه الترمذي ، و ابن ماجه .

اور عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے دیکھا اور میں کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا: اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔

پھر اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

اسے ترمذی (۱۲، معلقاً) اور ابن ماجہ (۳۰۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: **اس کی سند ضعیف ہے۔**

وجۂ ضعف یہ ہے کہ اس کا راوی ابو امیہ عبدالکریم بن ابی المخارق جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف اور مجروح تھا۔ خود امام ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، نیز دیکھئے تقریب التہذیب (۴۱۵۶)

شیخ امام محیی السنۃ (البغوی رحمہ اللہ) نے فرمایا: حذیفہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث صحیح ہے کہ نبی ﷺ نے ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا (اور) کہا گیا ہے کہ یہ عذر کی وجہ سے تھا۔ (مصابیح السنہ ۱/ ۲۰۰ ح ۲۵۶)

امام ابن ابی شیبہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: "**ما بُلتُ قائمًا منذ أسلمتُ**" میں جب سے مسلمان ہوا ہوں کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

(المصنف ۱/ ۱۲۴ ح ۱۳۲۴، وسندہ صحیح)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ظلم میں سے ہیں: (اول) یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے....

(کشف الاستار ۱/ ۲۶۶ ح ۵۴۷ وسندہ حسن، الاوسط للطبرانی ۶/ ۴۷۰-۴۷۱ ح ۵۹۹۵)

اس حدیث کو سعید بن عبید اللہ بن جبیر بن حیہ الثقفی سے دو راویوں نے بیان کیا ہے:

ا: عبد اللہ بن داود (بن عامر بن الربیع الھمدانی الخریبی)

۲: ابو عبیدہ عبد الواحد بن واصل الحداد

ابن بریدہ رحمہ اللہ نے فرمایا: کہا جاتا تھا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ظلم میں سے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۲۴ ح ۱۳۲۷، وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے حدیث سابق: ۳۳۵

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قسم کھا کر فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب سے قرآن نازل ہوا، آپ کو کبھی کسی نے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے نہیں دیکھا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۱۰۲، وسندہ صحیح)

یہ حدیث اس بات پر محمول ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے ہوئے دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول بھی یہی تھا، لیکن ایک دفعہ آپ نے کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا جسے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے دیکھا، یہ بھی صحیح حدیث ہے اور شرعی عذر و اضطراری حالت پر محمول ہے۔ (نیز دیکھئے ح ۳۶۵)

٣٦٤) قال الشيخ الإمام محيي السنة رحمه الله : قد صح عن حذيفة قال : أتى النبي ﷺ سباطة قومٍ ، فبال قائمًا . متفق عليه .

قيل : كان ذلك لعذر.

شیخ الاسلام محیی السنۃ (البغوی رحمہ اللہ) نے فرمایا: حذیفہ (بن الیمان رضی اللہ عنہ) سے صحیح ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے پاس تشریف لائے، پھر وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۲۲۴، صحیح مسلم: ۲۷۳/۷۳)

کہا گیا ہے کہ یہ عذر کی وجہ سے تھا۔ (نیز دیکھئے حدیث سابق: ۳۶۳)

فقہ الحدیث:

ا: اگرچہ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کرنا چاہئے۔ (دیکھئے حدیث سابق کی تخریج: ۳۶۳)

لیکن اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شرعی عذر (مثلاً بیماری وغیرہ) ہو اور پردے کا مکمل انتظام ہو تو ایسی حالت میں مرد کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے۔

۲: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی یہ حدیث امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب غیر ثابت کتاب ''مسند ابی حنیفہ'' میں بھی موجود ہے۔ (الحصکفی ص ۲۳)

اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کی کوئی روایت اس کتاب میں موجود نہیں، جبکہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے قضائے حاجت کر رہے تھے۔ (ح ۱۴۹)

۳: یہ حدیث بیان کرنے میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ منفرد نہیں بلکہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی حدیث بیان کی ہے۔ (دیکھئے سنن ابن ماجہ: ۳۰۶، مسند احمد ۴/ ۲۴۶ وسندہ حسن)

الفصل الثالث

۳۶۵) عن عائشة رضي اللّٰه عنها، قالت: من حدثكم أن النبي ﷺ كان يبول قائمًا فلا تصدقوه، ما كان يبول إلا قاعدًا. رواه أحمد، والترمذي، والنسائي.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو شخص تمھیں حدیث سنائے کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو اسے سچا نہ سمجھو، آپ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔

اسے احمد (۶/ ۱۹۲ ح ۲۶۱۲۴) ترمذی (۱۲) اور نسائی (۱/ ۲۶ ح ۲۹) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کی سند میں شریک القاضی مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں، مزید تحقیق کے لئے دیکھئے انوار السنن (۷۹)

اس باب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث صحیح ہے جس میں انھوں نے فرمایا: جب سے قرآن نازل ہوا، کسی نے بھی آپ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/ ۱۰۱۔ ۱۰۲، وسندہ صحیح)

بیہقی کی اس حدیث اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں،

کیونکہ سیدنا حذیفہ کی حدیث میں: ''**کان یبول قائمًا**'' آپ کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے (ماضی استمراری) نہیں بلکہ صرف ایک خاص واقعے کا ذکر ہے جو عذر پر معمول ہے، یعنی نبی ﷺ کا عام اور استمراری طریقہ یہ تھا کہ آپ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے، آپ نے صرف ایک دفعہ کسی خاص موقع پر (غالباً عذر کی وجہ سے) کھڑے ہوکر پیشاب کیا جو حالتِ عذر میں جواز کی دلیل ہے۔

۲: احادیث وروایات صحیح بھی ہوتی ہیں اور ضعیف بھی ہوتی ہیں، لہٰذا تحقیق کے بغیر کوئی روایت قبول نہیں کرنی چاہئے اور ضعیف روایات کو رد کر دینا چاہئے۔

۳: ہر عالم کے پاس ہر دلیل کا علم ہونا ضروری نہیں، بلکہ بہت سے علماء پر بہت سی باتیں مخفی رہ جاتی ہیں۔

۴: نفی پر اثبات مقدم ہے، بشرطیکہ دونوں سندیں صحیح ہوں۔

۵: اسماء الرجال کی رُو سے راویوں پر جرح کرنا صحیح ہے، بشرطیکہ تعارض کی صورت میں جمہور محدثین کی گواہیوں کو ہمیشہ ترجیح دی جائے۔

۶: نیز دیکھئے سابقہ حدیثیں: ۳۶۳۔۳۶۴

۳٦٦) وعن زيد بن حارثة عن النبي ﷺ : **أن جبريل أتاه في أول ما أُوحي إليه ، فعلّمه الوضوء والصلاة ، فلما فرغ من الوضوء ، أخذ غرفة من الماء ، فنضح بها فرجه** . رواه أحمد ، والدارقطني .

اور زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس وحی (کے نزول) کی ابتدا میں جبریل (علیہ السلام) تشریف لائے تو آپ کو وضو اور نماز (کا طریقہ) سکھایا، پھر جب وضو سے فارغ ہوئے تو ایک چلو پانی لیکر اسے اپنی شرمگاہ پر چھڑک لیا۔

اسے دارقطنی (۱/۱۱۱ ح ۳۸۴) اور احمد (۴/۱۶۱ ح ۱۷۶۱۹) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: **اس کی سند ضعیف ہے۔**

اسے ابن ماجہ (۴۶۲) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام عبداللہ بن لہیعہ المصری رحمہ اللہ مدلس تھے اور یہ سند عن سے ہے۔
حافظ ابن حجر العسقلانی نے انھیں مدلسین کے پانچویں (یعنی آخری) طبقے میں ذکر کیا ہے۔
(طبقات المدلسین ۱۴۰/ ۵)

حافظ ہیثمی نے فرمایا: "**ضعفه الجمهور**" اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔
(مجمع الزوائد ۱۰/ ۳۷۵)

عرض ہے کہ ہیثمی کی یہ جرح ابن لہیعہ کی صرف دو طرح کی روایات پر محمول ہے:
۱: روایت ابن لہیعہ کے اختلاط سے پہلے کی نہیں بلکہ بعد کی ہو۔
۲: سند میں سماع کی تصریح نہ ہو۔

رہی اختلاط سے پہلے والی وہ روایات جن میں سماع کی تصریح موجود ہو تو وہ جمہور کے نزدیک حسن (لذاتہ) کے حکم میں ہیں۔ دیکھئے میری کتاب الفتح المبین (ص ۷۷۔۷۸) اور انوار الصحیفہ (ص ۳۹)

تنبیہ: سنن دارقطنی میں ابن لہیعہ کے سماع کی تصریح موجود ہے، لیکن ابن لہیعہ کا اسے اختلاط سے پہلے بیان کرنا ثابت نہیں، نیز اس روایت میں امام ابن شہاب الزہری کے سماع کی تصریح بھی نہیں ملی، لہٰذا یہ سند تین وجہ سے ضعیف ہے:
۱: ابن لہیعہ کا عنعنہ
۲: ابن لہیعہ کا اختلاط
۳: امام زہری کا عنعنہ

فائدہ: حدیث سابق (۳۶۱) اس ضعیف روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ والحمد للہ

۳۶۷) و عن أبي هريرة رضي الله عنه ، قال قال رسول الله ﷺ :

((جاء ني جبريل ، فقال : يا محمد! إذا توضأت فانتضح .))

رواه الترمذي ، وقال: هذا حديث غريب . و سمعت محمدًا ـ يعني البخاري ـ يقول : الحسن بن علي الهاشمي الراوي منكر الحديث .

اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل (علیہ السلام) آئے تو فرمایا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ وضو کریں تو (شرمگاہ پر) پر پانی چھڑک لیا کریں۔اسے ترمذی (۵۰) نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث غریب ہے، میں نے محمد (بن اسماعیل) یعنی (امام) بخاری کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (اس کا راوی) حسن بن علی الہاشمی منکر الحدیث ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند (سخت) ضعیف ہے۔

اسے ابن ماجہ (۴۶۳) نے بھی روایت کیا ہے۔

اس کا راوی حسن بن علی الہاشمی واقعی منکر الحدیث تھا۔

دیکھئے کتاب الضعفاء للبخاری بتحقیقی (۶۵)

منکر الحدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ منکر اور مردود روایتیں بیان کرنے والا تھا۔

امام بخاری کے نزدیک یہ شدید جرح ہے۔

(دیکھئے لسان المیزان ۱/۲۰، التاریخ الاوسط ۲/ ۱۰۷، میری کتاب: توضیح الاحکام المعروف فتاویٰ علمیہ ۲/۱۳۲)

۳۶۸) و عن عائشة رضي الله عنها ، قالت : بال رسول الله ﷺ فقام عمر خلفه بكوزٍ من ماءٍ، فقال : ((**ما هذا يا عمر؟** .)) قال : ماء تتوضأ به. قال :

((ما أمرت كلما بلت أن أتوضأ ، ولو فعلت لكانت سنة .))

رواه أبو داود ، و ابن ماجه .

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دفعہ) پیشاب کیا تو عمر (رضی اللہ عنہ) آپ کے پیچھے پانی کا لوٹا لے کر کھڑے ہو گئے۔آپ نے فرمایا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ پانی ہے جس سے آپ وضو کریں گے۔

آپ نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ جب پیشاب کروں تو (ضرور) وضو کروں اور اگر میں ایسا کرتا تو پھر یہ سنت (طریقہ جاریہ مستمرہ) ہو جاتا۔

اسے ابوداود (۴۲) اور ابن ماجہ (۳۲۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کا راوی عبداللہ بن یحیٰ التوأم ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب:۳۶۹۸)
لہٰذا یہ سند ضعیف ہے اور ہمارے علم میں اس کا کوئی صحیح یا حسن متابع و شاہد موجود نہیں، لہٰذا اس روایت کو حسن قرار دینا غلط ہے۔

۳۶۹) و عن أبي أيوب و جابر و أنس ، أن هذه الآية لما نزلت : ﴿ **فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ** ﴾ قال رسول الله ﷺ :
((يا معشر الأنصار! إن الله قد أثنى عليكم في الطهور ، فما طهوركم ؟))
قالوا: نتوضأ للصلاة و نغتسل من الجنابة ، و نستنجي بالماء . قال : **((فهو ذاك، فعليكموه .))** رواه ابن ماجه . **ابوایوب (الانصاری)، جابر (بن عبداللہ الانصاری) اور انس (بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک ہونا چاہتے ہیں اور اللہ پاک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔** (التوبہ:۱۰۸)
تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے انصاریو! بے شک اللہ نے پاکیزگی میں تمھاری تعریف فرمائی ہے۔ تمھاری پاکیزگی کیا ہے؟ انھوں نے کہا: ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں، جنابت کا غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔
آپ نے فرمایا: پس (اس آیت میں) یہی بات ہے، لہٰذا اسے لازم پکڑے رہو۔
اسے ابن ماجہ (۳۵۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے بیہقی (۱/ ۱۰۵) نے بھی عتبہ بن ابی حکیم راوی سے روایت کیا ہے جو حسن الحدیث راوی ہیں، نیز اس حدیث کو حاکم (۱/ ۱۵۵) اور ذہبی دونوں نے صحیح قرار دیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: استنجا کے لئے ڈھیلے استعمال کرنا جائز ہے، لیکن پانی سے استنجا کرنا زیادہ بہتر ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ انصاری صحابہ سے محبت کرتا ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین
۳: ''ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں'' سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہم ہر نماز کے لئے نیا وضو کرتے ہیں۔ واللہ اعلم
ایک وضو کے ساتھ کئی نمازیں پڑھنا جائز ہے، لیکن ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا افضل ہے۔

۳۷۰) وعن سلمان قال قال بعض المشركين وهو يستهزئ: إني لأرى صاحبكم يعلّمكم حتى الخراءة. قلت: أجل! أمرنا أن لا نستقبل القبلة، ولا نستنجي بأيماننا، ولا نكتفي بدون ثلاثة أحجار ليس فيها رجيع ولا عظم. رواه مسلم، و أحمد واللفظ له.

اور سلمان (فارسی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مشرکین میں سے بعض نے (اسلام کا) مذاق اڑاتے ہوئے کہا: تمھارے ساتھی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو تمھیں قضائے حاجت کا طریقہ بھی سکھا دیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے ہمیں حکم دیا کہ قبلے کی طرف رُخ نہ کریں، دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں اور تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفا نہ کریں، ان میں گوبر اور ہڈی نہ ہو۔ اسے مسلم (ح ۵۷/۲۶۲) اور احمد (۵/ ۴۳۷ ح ۲۴۱۰۳) نے روایت کیا اور یہ الفاظ (امام) احمد کے بیان کردہ ہیں۔

فقہ الحدیث:

۱: دینِ اسلام مکمل دین ہے۔
۲: جب ضرورت ہو تو دین کا مسئلہ بغیر کسی خوف اور بغیر کسی شرم و حیا کے صاف صاف بیان کر دینا چاہئے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔
۳: صحیح مسلم کے الفاظ اور مزید فوائد کے لئے دیکھئے حدیث سابق: ۳۳۶
۴: کتاب و سنت پر عمل کرنے میں کسی قسم کی شرم یا جھجک ہرگز نہیں کرنی چاہئے اور اس مسئلے میں اگر کسی تکلیف کا سامنا بھی کرنا پڑے تو حق پر ڈٹ جانا چاہئے، جس طرح کہ شیخ ابوبکر الفہری نماز میں رفع یدین کرتے رہے، حالانکہ بعض سپاہی انھیں اس وجہ سے قتل کرنا

چاہتے تھے مگر وہ حق پر ڈٹے رہے اور ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوئے۔

(دیکھئے احکام القرآن لابن العربی ۱۹۱۲/۴)

۳۷۱) و عن عبد الرحمن ابن حسنة قال : خرج علينا رسول الله ﷺ و في يده الدرقة فوضعها، ثم جلس فبال إليها . فقال بعضهم : انظروا إليه يبول كما تبول المرأة . فسمعه النبي ﷺ ، فقال : ((**و يحك ! أما علمت ما أصاب صاحب بني إسرائيل ؟ كانوا إذا أصابهم البول قرضوه بالمقاريض ، فنهاهم فعذب في قبره .**))

رواه أبو داود ، و ابن ماجه .

۳۷۲) و رواه النسائي عنه عن أبي موسى .

اور عبد الرحمٰن ابن حسنہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ کے ہاتھ میں چمڑے کی ایک ڈھال تھی، آپ نے اسے (زمین پر) رکھ دیا، پھر آپ نے بیٹھ کر اس کی طرف پیشاب کیا تو بعض لوگوں نے کہا: دیکھیں! آپ تو عورتوں کی طرح پیشاب کرتے ہیں۔

نبی ﷺ نے اس بات کو سن لیا تو فرمایا: تیری خرابی ہو! کیا تجھے پتا نہیں کہ بنی اسرائیل والے کو کیا سزا ملی تھی؟ جب ان لوگوں (کے کپڑوں) کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اسے قینچیوں سے کاٹ دیتے تھے، اس (بنی اسرائیل والے) نے انھیں اس کام سے منع کیا تو اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔ اسے ابوداود (۲۲) اور ابن ماجہ (۳۴۶) نے روایت کیا ہے۔

اور نسائی (۱/ ۲۶ ۔ ۲۷ ح ۳۰) نے اسے عبد الرحمٰن ابن حسنہ سے انھوں نے ابو موسیٰ (الاشعری رضی اللہ عنہ) سے (؟؟) روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں وجہِ ضعف، علتِ قادحہ اور علتِ مدمّرہ یہ ہے کہ اس کے راوی سلیمان بن مہران الاعمش مدلس تھے اور یہ روایت سماع کی تصریح کے بغیر، عن کے ساتھ ہے۔

علت کا مطلب ہے وجۂ ضعف اور مدمّرہ تباہ کرنے والی، ہلاک کر دینے والی اور جڑ سے ختم کر دینے والی چیز کو کہتے ہیں۔

فائدہ: سنن نسائی کی اس روایت میں سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا نام ونشان تک نہیں، بلکہ نسائی کی روایت صرف سیدنا عبدالرحمٰن ابن حسنہ رضی اللہ عنہ سے موجود ہے۔

تاہم سنن ابی داود (۲۲) میں سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع روایت ہے، جس کی سند نامکمل ہے اور مجھے یہ روایت سند متصل کے ساتھ کہیں نہیں ملی۔

(نیز دیکھئے تغلیق التعلیق علیٰ سنن ابی داود ۱/۱۸۲)

اور ایک روایت موقوف ہے جس میں ''**جلد أحدهم**'' کے الفاظ ہیں، اسے بخاری (۲۲۵، ۲۲۶، ۲۴۷۱) اور مسلم (ح ۷۴/۲۷۳) نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ حدیث منصور عن ابی وائل عن ابی موسیٰ کی سند سے ہے۔

۳۷۳) و عن مروان الأصفر قال: رأيت ابن عمر أناخ راحلته، مستقبل القبلة، ثم جلس يبول إليها. فقلت: يا أبا عبد الرحمن! أليس قد نهي عن هذا؟ قال: بل إنما نهي عن ذلك في الفضاء، فإذا كان بينك و بين القبلة شيءٌ يسترك فلا بأس. رواه أبو داود.

اور مروان الاصفر (رحمہ اللہ، تابعی) سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، آپ نے اپنی سواری کو قبلہ رخ بٹھایا، پھر بیٹھ کر اس کی طرف پیشاب کیا، تو میں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! کیا اس سے منع نہیں کیا گیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: بلکہ یہ کھلی فضا میں (جب رکاوٹ نہ ہوتو) منع کیا گیا ہے، لہٰذا اگر تمھارے اور قبلے کے درمیان کوئی پردہ کرنے والی چیز ہوتو کوئی حرج نہیں۔ اسے ابوداود (۱۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: **اس کی سند ضعیف ہے۔**

اس سند میں دو وجۂ ضعف ہیں:

۱: حسن بن ذکوان کو جمہور نے ضعیف قرار دیا اور صحیح بخاری میں اس کی حدیث بطورِ

متابعت ہے۔

۲: حسن بن ذکوان مدلس تھا اور یہ روایت عن سے ہے۔

۳: جو لوگ ابو الزبیر، ابو قلابہ الجرمی اور حسن بصری وغیرہم کی عن والی روایات کو ضعیف کہتے ہیں، ان کا اس روایت کو حسن قرار دینا بہت ہی عجیب و غریب ہے۔

۳۷۴) و عن أنس قال : كان النبي ﷺ إذا خرج من الخلاء قال :

((**الحمد لله الذي أذهب عني الأذى و عافاني .**)) رواه ابن ماجه. **اور انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب قضائے حاجت سے (فارغ ہونے کے بعد) باہر تشریف لاتے تو فرماتے: ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ سے تکلیف کو دور کیا اور صحت و عافیت عطا فرمائی۔ اسے ابن ماجہ (۳۰۱) نے روایت کیا ہے۔**

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کا راوی اسماعیل بن مسلم المکی ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۴۸۴)

نیز اس سند میں دوسری وجۂ ضعف بھی ہیں۔

بوصیری نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (۲۲) میں اس کا ایک ضعیف شاہد بھی ہے، جس کے باوجود یہ روایت ضعیف ہی ہے۔ اس باب میں صحیح روایت کے لئے دیکھئے حدیث سابق: ۳۵۹

۳۷۵) و عن ابن مسعود قال : لما قدم وفد الجن على النبي ﷺ قالوا: يا رسول الله! انه أمتك أن يستنجوا بعظم أو روثة أو حممة ، فإن الله جعل لنا فيها رزقًا . فنهانا رسول الله ﷺ عن ذلك . رواه أبو داود.

اور ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کے پاس جنات کا وفد آیا تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اپنے امتیوں کو ہڈی، گوبر یا کوئلے سے استنجا کرنے سے منع فرما دیں، کیونکہ اللہ نے ہمارے لئے ان میں رزق رکھا ہے۔

اسے ابوداود (۳۹) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے بیہقی نے ابوداود کی سند سے روایت کیا اور فرمایا: "**إسناد شامي، غیر قوي**"

(السنن الکبریٰ ۱/ ۱۰۹۔۱۱۰)

اسماعیل بن عیاش نے اپنے شامی استاد سے سماع کی تصریح کر دی۔

(دیکھئے سنن دارقطنی ۱/ ۵۵۔۵۶ ح ۱۴۶، وقال: "إسناد شامي، لیس بثابت")

میں نے کافی عرصہ پہلے اسماعیل بن عیاش کے بارے میں میسر وسائل سے تحقیق کی تھی اور انھیں "**بريء من التدلیس**" قرار دیا تھا۔ (دیکھئے الفتح المبین ص ۴۹)

اور محمد بن طلعت نامی ایک معاصر کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (دیکھئے معجم المدلسین ص ۸۹)

بعد میں میرے بہت ہی پیارے شاگرد سید تنویر شاہ ہزاروی حفظہ اللہ نے تاریخ دمشق لابن عساکر سے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا قول دکھایا:

"**إذا حدّث عن الشامیین و ذکر الخبر فحدیثه مستقیم ...**"

جب وہ (اسماعیل بن عیاش) شامیوں سے روایت بیان کریں اور سماع کی تصریح کریں تو ان کی حدیث مستقیم (یعنی صحیح) ہے۔ (۹/ ۴۹۔۵۰)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے، اس میں ابوالحسین عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الحسن: ابن ابی الحدید اور ان کے دادا حسن بن احمد بن عبدالواحد: ابن ابی الحدید دونوں صدوق حسن الحدیث کے درجے میں ہیں اور باقی سند صحیح ہے، لہٰذا اس حسن روایت سے یہی ظاہر ہے کہ اسماعیل بن عیاش کا مدلس ہونا ہی راجح ہے۔ واللہ اعلم

محمد بن طلعت کا اس روایت کو "**فلعل هذه الزیادة التي عند ابن عساکر وهم من أحد الرواة**" کہنا محلِ نظر ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: جنات کا انسانوں سے علیحدہ وجود ہے اور اس کا انکار یا تاویل گمراہی اور باطل ہے۔

۲: ہڈی جنات کا (ایک) کھانا ہے اور گوبر وغیرہ ان کے جانوروں کا (ایک) کھانا ہے

اور کوئلے کے بارے میں اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اسے جلاتے ہیں یا اس کے ساتھ روشنی حاصل کرتے ہیں۔

۳: جس طرح جنات نظر نہیں آتے، اسی طرح ان کے جانور بھی انسانوں کو نظر نہیں آتے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ بے شک وہ (شیطان) اور اس کا قبیلہ (جنات) تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔ (الاعراف:۲۷)

۴: رسول اللہ ﷺ سے جنات کے وفد کی ملاقات کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ دیکھئے سورۃ الاحقاف:۲۹

۵: جنات کے وفد والی رات میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ موجود نہیں تھے۔دیکھئے صحیح مسلم (ح ۱۵۲/۴۵۰) اور اضواء المصابیح (۴۸۱)

لہٰذا انھوں نے یہ حدیث نبی ﷺ سے سنی ہوگی اور یاد رہے کہ صحابہ کی مراسیل بھی بالاتفاق حجت ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی

اعلان

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**لا تسبّوا أصحاب محمد ﷺ، فلمقام أحدهم ساعة خير من عمل أحدكم عمره.**''

محمد ﷺ کے صحابہ کو گالیاں نہ دو (سب وشتم نہ کرو) کیونکہ اُن کا (آپ ﷺ کے ساتھ) ایک گھڑی کھڑا ہونا تمھاری ساری عمر کے عمل سے بہتر ہے۔(سنن ابن ماجہ:۱۶۲)

اس حدیث کو راقم الحروف نے سفیان ثوری کے عن کی وجہ سے ضعیف لکھا تھا مگر مسند مسدد میں اُن کے سماع کی تصریح مل گئی ہے۔والحمد للہ

(دیکھئے المطالب العالیہ ۴۸۱/۸ ح ۴۱۵۵)

لہٰذا اب سنن ابن ماجہ والی حدیث (۱۶۲) بھی صحیح ہے۔ (۱۹/ جنوری ۲۰۱۳ء)

ولید بن مغیرہ اور جاوید احمد غامدی

سوال کیا یہ صحیح ہے کہ مشرکینِ مکہ میں سے ولید بن مغیرہ المخزومی نے جب قرآن سنا تو بے اختیار کہہ اٹھا: ''بخدا، تم میں سے کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر نہ شعر سے واقف ہے نہ رجز اور قصیدہ سے اور نہ جنوں کے الہام سے۔ خدا کی قسم، یہ کلام جو اس شخص کی زبان پر جاری ہے، اِن میں سے کسی چیز سے مشابہ نہیں ہے۔ بخدا، اس کلام میں بڑی حلاوت اور اِس پر بڑی رونق ہے۔ اس کی شاخیں ثمر بار ہیں، اس کی جڑیں شاداب ہیں، یہ لازماً غالب ہوگا، اِس پر کوئی چیز غلبہ نہ پا سکے گی اور یہ اپنے نیچے ہر چیز کو توڑ ڈالے گا۔''

(السیرۃ النبویہ لابن کثیر ۱/۴۹۹ بحوالہ میزان تصنیف: جاوید احمد غامدی ص ۱۷)

اُصولِ حدیث اور اسماء الرجال کی روشنی میں اس واقعے کی تحقیق کیا ہے؟ (ایک سائل)

الجواب یہ مذکورہ واقعہ اپنی تفصیل کے ساتھ حافظ ابن کثیر کی کتاب: السیرۃ النبویہ اور البدایہ والنہایہ (نسخہ محققہ ج ۳ ص ۴/۲۷) میں بحوالہ بیہقی نقل کیا گیا ہے۔

امام بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۱۹۸) میں یہ واقعہ درج ذیل سند سے موجود ہے:

''**حدثنا محمد بن عبدالله الحافظ قال: أخبرنا أبو عبدالله محمد بن علي الصنعاني بمكة قال: حدثنا إسحاق بن إبراهيم قال: أخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن أيوب السختياني عن عكرمة عن ابن عباس ...**''

امام بیہقی کے استاد محمد بن عبداللہ الحافظ (حاکم نیشاپوری) کی کتاب المستدرک (ج ۲ ص ۵۰۷ ح ۳۸۷۲) میں یہ روایت اسی سند اور متن سے موجود ہے۔ حاکم اور ذہبی دونوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ (!)

محمد بن علی بن عبدالحمید الصنعانی کی حدیث کی تصحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صدوق تھے۔ اُن کی وفات ۳۸۱ھ تا ۴۰۰ھ کے درمیان ہوئی ہے۔
دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی (ج ۲۷ص ۴۰۸)

اس روایت میں اسحاق بن ابراہیم سے مراد الدبری ہے، جس کی پانچ دلیلیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: مستدرک الحاکم میں حاکم نے محمد بن علی بن عبدالحمید عن اسحاق بن ابراہیم بن عباد کی سند سے روایتیں لکھی ہیں۔ مثلاً دیکھئے ج ۱ص ۴۳ ح ۱۳۰

بلکہ بعض مقامات پر اسی راوی سے ''**ثنا إسحاق بن إبراهيم الدبري**'' کی صراحت موجود ہے۔ دیکھئے المستدرک ج ۴ص ۴۲۲ ح ۸۳۰۲

۲: مشہور محدث واحدی نے ابوالقاسم الخذامی (عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن عبدان العطار، وثقہ عبدالغافر فی المنتخب من السیاق ص ۴۸۱ ت ۱۰۲۰) عن محمد بن عبداللہ بن نعیم (الحاکم) سے روایت کیا ہے اور اسحاق بن ابراہیم الدبری کی صراحت کی ہے۔
دیکھئے اسباب النزول للواحدی (ص ۳۷۵۔۳۷۶، سورۃ المدثر)

تنبیہ: اسباب النزول میں کتابت یا کمپوزنگ کی غلطی سے ''اسحٰق بن ابراہیم اللذ بری'' چھپ گیا ہے۔!

۳: محمد بن علی بن عبدالحمید کی وفات اگر ۳۸۱ھ تسلیم کر لی جائے تو امام اسحاق بن راہویہ ان سے ۱۴۳ سال پہلے ۲۳۸ھ میں فوت ہوئے تھے۔

فرض کریں جس سال امام اسحاق بن راہویہ فوت ہوئے تھے، اُسی سال محمد بن علی پیدا ہوئے تو اس لحاظ سے اُن کی عمر ۱۴۳ سال بنتی ہے جو بہت زیادہ اور غیر معمولی ہے، لہٰذا کتبِ حدیث میں اس کا تذکرہ نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ محمد بن علی بن عبدالحمید نے امام اسحاق بن راہویہ کو نہیں پایا اور نہ وہ اُن کے زمانے میں موجود تھے۔

۴: حافظ ذہبی نے محمد بن علی کے ذکر کے بعد فرمایا: ''**سمع من إسحاق الدبري**

جملة صالحة و حدّث بمكة ''انھوں نے اسحاق الدبری سے اچھی روایتیں سنی تھیں اور مکے میں حدیث بیان کی۔ (تاریخ الاسلام ۲۷/ ۴۰۸)

۵: امام اسحاق بن راہویہ کی سند سے یہ روایت حدیث کی کسی باسند کتاب میں نہیں ملی۔

معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ کا اور اُن کی اتباع میں متعدد علماء مثلاً شیخ البانی رحمہ اللہ (صحیح السیرۃ النبویہ ص ۱۵۸) کا اس روایت کو امام اسحاق بن راہویہ (اسحاق بن ابراہیم بن مخلد) کی طرف منسوب کرنا غلط ہے، اور صحیح یہ ہے کہ اسے اسحاق بن ابراہیم بن عباد الدبری نے بیان کیا تھا۔

حافظ ابن کثیر کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ اسحاق بن ابراہیم الدبری اور اسحاق بن ابراہیم بن مخلد عرف ابن راہویہ میں ولدیت کا نام مشترک ہے لہٰذا اُنھیں تحقیق کا موقع نہ مل سکا۔ واللہ اعلم

مصنف عبدالرزاق کی عام روایتوں کے علاوہ اسحاق بن ابراہیم الدبری کی عبدالرزاق بن ہمام سے روایتیں دو وجہ سے ضعیف ہیں:

ا: عبدالرزاق آخری عمر میں نابینا ہونے کے بعد اختلاط (حافظے کی کمزوری) کا شکار ہو گئے تھے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ہم عبدالرزاق کے پاس ۲۰۰ (ہجری) سے پہلے آئے تھے اور اُن کی نظر صحیح تھی، جس نے اُن کی نظر چلی جانے کے بعد اُن سے سنا ہے تو اُس کا سماع ضعیف ہے۔ (تاریخ دمشق لابی زرعۃ الدمشقی: ۱۱۶۰، وسندہ صحیح)

امام نسائی نے فرمایا: ''فيه نظر لمن كتب عنه بآخرة ''

جس نے ان کے آخر میں اُن سے لکھا ہے، اُس میں نظر ہے۔ (کتاب الضعفاء: ۳۷۹)

اسحاق بن ابراہیم الدبری نے عبدالرزاق سے اُن کے بہت زیادہ آخری دور میں سنا تھا۔

دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۴۶۰، دوسرا نسخہ ص ۴۹۸)

دبری نے (عبدالرزاق کی وفات ۲۱۱ھ سے پہلے) ۲۱۰ھ میں اُن سے سنا تھا۔

دیکھئے الکواکب النیرات مع تحقیق عبدالقیوم بن عبدرب النبی (ص ۲۷۵)

۲: اسحاق الدبری نے جب عبدالرزاق سے سنا تو اس کی عمر سات سال کے قریب تھی۔
دیکھئے میزان الاعتدال (ج۱ص ۱۸۱، دوسرا نسخہ ج۱ص ۳۳۲)
اس کی توثیق کے باوجود حافظ ذہبی نے کہا: ''**لکن روی عن عبدالرزاق أحادیث منکرة ..** ''لیکن اُس نے عبدالرزاق سے منکر حدیثیں بیان کیں۔ (میزان الاعتدال ۱/۱۸۱)
دبری کی بیان کردہ روایتِ مذکورہ کے خلاف ثقہ راوی سلمہ بن شبیب کی بیان کردہ اسی روایت کی سند درج ذیل ہے: ''**عبدالرزاق عن معمر عن رجل عن عکرمة :أن الولید بن المغیرة جاء ..** '' (تفسیر عبدالرزاق ج۲ص ۲۶۳ ح ۳۳۸۴)
عبدالرزاق کے علاوہ یہی روایت محمد بن ثور الصنعانی نے ''**معمر عن عباد بن منصور عن عکرمة** '' کی سند کے ساتھ مرسلاً بیان کی ہے۔
(تفسیر ابن جریر الطبری ج۲۹ص ۹۸ وسندہ صحیح الی عبدالرزاق)

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ اسحاق بن ابراہیم الدبری کی بیان کردہ روایت شاذ یا منکر ہے اور اگر یہ عبدالرزاق تک صحیح بھی ہوتی تو دو وجہ سے ضعیف و مردود ہے:
۱: عبدالرزاق مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے۔
۲: تفسیر عبدالرزاق اور محمد بن ثور (ثقہ) کی روایتوں کی روشنی میں محفوظ روایت مرسل ہے اور مرسل کی سند میں بھی رجل (عباد بن منصور/ضعیف و مدلس) ہے، لہٰذا یہ روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے۔

جاوید احمد غامدی نے اپنی کتاب میزان کی ابتدا میں یہ ضعیف روایت پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ غامدی میزان کا تحقیق اور علم حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
بطورِ فائدہ عرض ہے کہ محمد بن عمران المرزبانی (معتزلی مجروح عندالجمہور) نے بغیر سند کے نقل کیا کہ فرزدق نے لبید بن ربیعہ کا ایک شعر سنا تو خچر سے اُتر کر سجدہ کیا۔ (الاصابہ ۳/۳۲۷)
حافظ ابن عبدالبر نے بغیر سند کے نقل کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لبید سے شعر سنانے کی فرمائش کی تو انھوں نے کہا: بقرہ اور آل عمران کے بعد اب شعر کہاں؟

(الاستیعاب ج ۳ ص ۳۲۷، میزان الغامدی ص ۱۷)

یہ دونوں بے سند حوالے جاوید احمد غامدی نے بطورِ جزم نقل کیے ہیں۔

ہر شخص پر ضروری ہے کہ جو حوالہ بھی پیش کرے، اس کی خود تحقیق کرے اور تحقیق کے بعد ہی اُسے پیش کرے۔ اگر وہ خود تحقیق نہیں کر سکتا تو حوالے پیش نہ کرے بلکہ علماء کی طرف رجوع کر کے تحقیق کرانے کے بعد ہی استدلال کرے، ورنہ وہ اس حدیث کا مصداق بن جائے گا جس میں آیا ہے: آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرتا پھرے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۵، ترقیم دارالسلام: ۷، ۸)

ان دو بے سند حوالوں اور ایک ضعیف روایت سے استدلال نے یہ ثابت کر دیا کہ روایات کی تحقیق اور دینی مسائل میں جاوید احمد غامدی پر اعتماد کرنا صحیح نہیں۔

(۳۰/ نومبر ۲۰۰۹ء)

رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بدلنے والا: یزید

ابو مسلم الجذمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک غزوے میں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ایک فوجی کے حصے کی لونڈی قبضے میں لے لی تو (سیدنا) ابوذر (الغفاری رضی اللہ عنہ) نے حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”أول من يبدّل سنتي رجل من بني أمية، يقال له: يزيد“ میری سنت کو سب سے پہلے بنو اُمیہ کا ایک آدمی تبدیل کرے گا جسے یزید کہا جائے گا۔ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا وہ آدمی میں ہوں؟ انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! نہیں۔

پھر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی کو واپس کر دیا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۶۵/ ۲۴۹۔۲۵۰ وسندہ حسن)

ابو مسلم الجذمی کو عجلی، ابن حبان اور ذہبی (الکاشف ۳/ ۴۱۵) نے ثقہ قرار دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں یزید سے مراد یزید بن معاویہ ہے۔ واللہ اعلم

حافظ زبیر علی زئی

جمہور محدثین اور مسئلۂ تدلیس

[قسط نمبر ۳]

۲۴: امام مسلم کا قول فیصل

بعض نے امام مسلم کے قول ''عرف بالتدلیس وشھربه'' سے کثرتِ تدلیس کا احتمال ظاہر کر کے اسے نصِ صریح قرار دیا ہے اور اپنی تائید میں سات معاصرین مثلاً ارشاد الحق اثری وغیرہ کے نام پیش کیے ہیں، حالانکہ غالی حنبلی ابن رجب نے اس قول کے دو احتمالوں میں ایک احتمال یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے تدلیس کا ثبوت مراد ہو، تو یہ شافعی کے قول کی طرح ہے۔ (شرح علل الترمذی ۱/۳۵۴، مقالات ۴/ ۱۹۷)

لہٰذا معترض اور اس کے ممدوحین کا استدلال باطل ہوا، نیز ہم نے اسی مضمون میں ثابت کر دیا ہے کہ سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، سلیمان التیمی اور ابن شہاب الزہری مشہور بالتدلیس اور معروف بالتدلیس تھے۔ (عنوان نمبر ۵)

لہٰذا انھیں بھی امام مسلم یا اپنے نزدیک کثیر التدلیس قرار دیا جائے، یا پھر اپنے استدلال سے علانیہ رجوع کیا جائے۔

۲۵: پانچ حوالے معتبر ہیں

بعض نے ظہور احمدی و فیصل خانی طرزِ کلام، لفاظی اور مداری پن کے ذریعے سے تحقیقی مقالات کے تیس (۳۰) حوالوں کو صرف پانچ حوالے بنانے کی ناکام کوشش کی ہے، جس کے جواب میں ہم انا للہ وانا الیہ راجعون ہی کہہ سکتے ہیں۔

بعض نے نووی اور ابن الملقن کے کچھ حوالے پیش کیے ہیں، جن میں انھوں نے چند

مدلسین کی معنعن روایات کو صحیح قرار دیا ہے،اس کا اصولی جواب یہ ہے کہ ایسی حالت میں اصولِ حدیث کو ترجیح ہوگی اور مذکور تصحیح کو صاحبِ تصحیح کا وہم یا تساہل سمجھا جائے گا۔اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ نووی نے اعمش کے بارے میں خود لکھا ہے: اور اعمش مدلس تھے اور مدلس اگر عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ دوسری سند سے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔(شرح صحیح مسلم،بحوالہ تحقیقی مقالات ۳/۳۰۳)

نووی کی جلالتِ شان کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے وہم یا تساہل کے علاوہ کیا نام دیا جاسکتا ہے؟

بہت سے علماء نے کثیر التدلیس راویوں کی روایات کو بھی صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔مثلاً:

۱: سنن ابی داود (۲۹۳۷) وغیرہ کی ایک مرفوع روایت میں آیا ہے کہ ٹیکس لینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اسے ابن خزیمہ (۲۳۳۳) ابن الجارود (۳۳۹) حاکم (علیٰ شرط مسلم ۱/۴۰۴ ح ۱۴۶۹) نے صحیح قرار دیا، حالانکہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق بن یسار صدوق (طبقۂ رابعہ کے) مدلس ہیں اور سماع کی تصریح موجود نہیں۔(نیز دیکھئے ضعیف سنن ابی داود للالبانی ۱۰/۴۱۳ ح ۵۱۲)

۲: دعا لکھ کر بچوں کی گردن میں لٹکانے والی روایت کو حاکم نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب قرار دیا ہے۔(دیکھئے عنوان نمبر۱۴،فقرہ نمبر۳)

۳: محمد بن اسحاق کی بیان کردہ ایک معنعن روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے شہد کے ساتھ بالوں کو چپکایا تھا۔ (سنن ابی داود:۱۷۴۸)

اسے حافظ ذہبی نے مسلم کی شرط پر قرار دیا۔!(تلخیص المستدرک ۱/۴۵۰ ح ۱۶۰)

۴: حسن بن ذکوان (طبقۂ ثالثہ کے مدلس) کی ایک معنعن روایت کو درج ذیل علماء نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے:

ابن خزیمہ، دارقطنی، حاکم، ذہبی، حازمی، ابن حجر العسقلانی اور معاصرین میں سے شیخ البانی رحمہم اللہ۔(دیکھئے عنوان نمبر۱۴،فقرہ نمبر۱)

۵: حافظ ابن حجر نے بزار کی ایک روایت (أذن لمعاذ فی التبشیر) کو "بإسناد حسن" قرار دیا۔ (دیکھئے فتح الباری ۱/ ۲۲۷ ح ۱۲۸)

حالانکہ اس کی سند میں عطیۃ العوفی طبقۂ رابعہ کا مدلس، قبیح تدلیس کے ساتھ مشہور اور ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے طبقات المدلسین: ۱۲۲/ ۴)

نیز عطیہ تک سند بھی ضعیف ہے۔

۶: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ثقہ تابعی ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی رحمہ اللہ کو مدلسین کے طبقۂ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔ (الفتح المبین ص ۶۱، ۱۰۱/ ۳)

دوسری جگہ اُن کی طرف منسوب ایک روایت ہے، جس میں ابو الزبیر کے سماع کی تصریح نہیں: "أن رسول اللہ ﷺ أمر الشمس فتأخرت ساعۃ من نہار."

رسول اللہ ﷺ نے سورج کو حکم دیا تو وہ دن کے ایک پہر رکا رہا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ۵/ ۳۲۔۳۳ ح ۴۰۵۱)

اس روایت کو حافظ صاحب نے اپنی پسندیدہ کتاب: فتح الباری میں "وإسنادہ حسن" کہا ہے۔ (۶/ ۲۲۱ تحت ح ۳۱۲۴، الضعیفۃ للالبانی ۲/ ۴۰۲ ح ۹۷۲)

اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں، بلکہ کئی علماء نے تو متروک اور کذاب راویوں کی روایات کو بھی صحیح یا حسن قرار دے رکھا ہے، مثلاً:

☆ ایک مرفوع روایت میں آیا ہے کہ "الدعاء سلاح المؤمن" اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح قرار دیا ہے۔

(المستدرک ۱/ ۴۹۲ ح ۱۸۱۲، السلسلۃ الضعیفۃ: ۱۷۹، وقال الالبانی: موضوع ... وقال الحاکم: ھذا حدیث صحیح ... ووافقہ الذھبی وھذا منہ خطأ فاحش لأمرین ...)

حالانکہ اس روایت میں محمد بن الحسن بن الزبیر الھمدانی راوی نہیں بلکہ محمد بن الحسن بن ابی یزید الھمدانی راوی ہے، جس کے بارے میں امام ابن معین نے فرمایا: "لیس بثقۃ کان یکذب" (الجرح والتعدیل ۷/ ۲۲۵ ت ۱۲۴۸، وسندہ صحیح)

☆ مسند بزار (کشف الاستار ۱/ ۱۳۰ ح ۲۴۶، مجمع الزوائد ۱/ ۲۰۸) کی ایک روایت کو حافظ صاحب نے حسن کہا ہے۔

(آثار السنن: ۴۳، التلخیص الحبیر ۱/ ۱۰۶، ماہنامہ ضرب حق سرگودھا شمارہ ۲۸ ص ۸)

حالانکہ اس کی سند میں یوسف بن خالد السمتی کذاب خبیث اور اللہ کا دشمن ہے۔

(دیکھئے الضعفاء للعقیلی ۴/ ۴۵۳ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے ضربِ حق ص ۸، انوار السنن: ۴۳)

☆ تلک الغرانیق کے بارے میں حافظ ابن حجر العسقلانی کی تقویت کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات (۴/ ۵۷۳)

۲۶: حافظ سخاوی کی غلط ترجمانی؟

بعض نے متاخرین میں سے سخاوی کے بارے میں غلط ترجمانی کا الزام لگایا ہے، جس کے جواب کے لئے تین باتیں مدنظر رکھنا ضروری ہیں:

۱: سخاوی نے یہ قول:

''من عرف بالتدليس مرة لا يقبل منه ما يقبل من أهل النصيحة فى الصدق حتى يقول حدثني أو سمعت ،كذلك ذكره الشافعي.'' ذکر کرنے کے بعد دو اہم دلیلیں بیان کر دیں:

(۱) ایک دفعہ ملاقات سے سماع ثابت ہو جاتا ہے۔

(۲) ایک دفعہ جھوٹ سے جھوٹا ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

(فتح المغیث بحوالہ تحقیقی مقالات ۴/ ۱۷۴)

ان دلیلوں کا معترض نے کوئی جواب نہیں دیا اور تتمہ نقل کر دیا کہ سخاوی کے استاد نے مدلسین کی پانچ اقسام بنائی ہیں۔

یہ تو حکایت ہے اور اس کی تائید میں کوئی دلیل مذکور نہیں، نیز اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کی مخالفت کی صراحت نہیں، لہٰذا غلط ترجمانی کا واویلا بے جا ہے۔

۲۷: حافظ ابن حجر کی ناقص ترجمانی؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بذاتِ خود اپنی طبقاتی تقسیم پر راضی نہیں تھے۔ مثلاً:

۱: حافظ صاحب نے اپنی جن کتابوں سے رضامندی کی صراحت فرمائی، ان میں طبقات المدلسین کا نام موجود نہیں۔ (دیکھئے عنوان نمبر ۲۰)

۲: حافظ صاحب نے اپنے طبقۂ ثانیہ کے مدلس راوی اعمش کی روایت کو معلول یعنی ضعیف قرار دیا۔ (دیکھئے التلخیص الحبیر ج ۳ ص ۱۹)

۳: حافظ صاحب نے اپنے طبقۂ ثالثہ کے مدلس حسن بن ذکوان کی معنعن روایت کو ''بسند لا بأس به'' یا باسناد حسن قرار دیا۔ (دیکھئے عنوان نمبر ۴ افقرہ نمبر ۱)

۴: حافظ صاحب نے اپنے طبقۂ رابعہ کے مدلس عطیہ بن سعد العوفی کی معنعن روایت کو حسن قرار دیا۔ (دیکھئے عنوان نمبر ۲۵ فقرہ: ۵)

اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں، نیز طبقاتی تقسیم حافظ صاحب کی پسندیدہ کتاب نخبۃ الفکر کے بھی خلاف ہے۔

۱: امیر یمانی (متاخر) کے حوالے کا بھی یہی جواب ہے کہ اصول کو غیر اصول پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

۲: امام حمیدی کا ارشاد تدلیس، کثرتِ تدلیس اور قلتِ تدلیس سے غیر متعلق ہے اور اسے اس بحث میں پیش کرنا نری دھکے شاہی ہے۔

۳: بعض نے دو متاخرین (سخاوی و یمانی) اور باقی معاصرین کے حوالے پیش کئے ہیں کہ یہ حافظ ابن حجر کے موید ین ہیں۔

جب خود حافظ صاحب اپنی تقسیم سے متفق نہیں تو دو متاخرین کے غیر واضح اور گول مول اقوال کی کیا حیثیت ہے؟

۴: بعض نے خلاصہ اور قلت و کثرت کے اعتبار جیسے عنوانات کے ذریعے سے وہی

رٹے رٹائے نام لکھ دیئے ہیں، جس طرح ظہور احمد دیوبندی اور فیصل خان بریلوی نے مختلف نام پیش کر کے اپنے نمبر بڑھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔

۲۸: مدلسین کے بارے میں چار مذاہب

خلاصۃ التحقیق کے طور پر عرض ہے کہ موجودہ دور میں ثابت شدہ مدلسین کے بارے میں چار مذاہب زیادہ مشہور ہیں:

۱) مدلس راوی کذاب ہوتا ہے، لہٰذا مدلس کی ہر روایت مردود ہے چاہے وہ سماع کی تصریح کرے یا نہ کرے۔

یہ مسعود احمد بی ایس سی خارجی اور دیگر خوارج کا مذہب ہے۔

یہ مذہب سرے سے مردود اور باطل ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج۱ص ۲۵۶۔۲۵۹)

۲) راوی اگر (متقدمین کی صراحت سے) سخت کثیر التدلیس ہو تو اس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے، مثلاً بقیۃ بن الولید، حجاج بن ارطاۃ اور ابو جناب الکلبی وغیرہم۔

راوی اگر قلیل التدلیس یا کثیر (!!) تدلیس کرنے والا ہو تو اس کی روایت اصل یہ ہے کہ وہ متصل (یعنی صحیح) ہے، مثلاً قتادہ، اعمش، ہشیم، ثوری، ابن جریج اور ولید بن مسلم وغیرہم۔

(دیکھئے منہج المتقدمین فی التدلیس ص ۱۵۵۔۱۵۶)

آج کل اس مذہب کا نام منہج المتقدمین فی التدلیس رکھا گیا ہے اور شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن السعد، ناصر بن حمد الفہد وغیرہما علماء اس مذہب کے علمبردار ہیں اور پاکستان میں بعض الناس اسے متعارف کرانے اور پھیلانے میں مصروف ہیں۔

یہ مذہب متقدمین سے صراحتاً ثابت نہیں، اصولِ حدیث اور جمہور محدثین کے خلاف ہے، نیز حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کے بھی خلاف ہے لہٰذا یہ مذہب غلط، ناقابل عمل اور مردود ہے۔

تنبیہ: ابن رجب اور سخاوی وغیرہما کی عبارات لے کر اس مذہب میں امام علی بن

المدینی وغیرہ کوشامل کرنا نری دھکے شاہی اور مذموم حرکت ہے۔

۳) حافظ ابن حجر العسقلانی نے حافظ علائی وغیرہ پر اعتماد کرتے ہوئے مدلسین کے پانچ طبقات بنائے ہیں، اسے طبقاتی تقسیم کہا جاتا ہے اور بس اسی پر اندھا دھند اعتماد کرنا چاہیۓ سوائے اس کے کہ جہاں مرضی ہو بعض راویوں کے بارے میں دلیل کے نام سے اختلاف کرنا ان لوگوں کے لئے جائز ہے جو علمِ حدیث کی ابجد سے واقف ہیں۔!!

یہ وہ مذہب ہے جس کی مخالفت متقدمین اور جمہور متاخرین سے ثابت ہے۔

اس طبقاتی مذہب کے بعض مخالفین کے نام درج ذیل ہیں:

۱: امام شافعی رحمہ اللہ ۲: عبدالرحمٰن بن مہدی

۳: احمد بن حنبل ۴: اسحاق بن راہویہ

۵: اسماعیل المزنی ۶: بیہقی

۷: ابن الملقن ۸: خطیب بغدادی

۹: ابن حبان ۱۰: ابن الصلاح

۱۱: نووی ۱۲: حسین بن عبداللہ الطیبی

۱۳: بلقینی ۱۴: ابن الابناسی

۱۵: حافظ ابن حجر العسقلانی بذاتِ خود!!

۱۶: عینی

۱۷: کرمانی

۱۸: قسطلانی

۱۹: سخاوی

۲۰: زکریا الانصاری

۲۱: ابن الترکمانی (حوالہ جات کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات ۴/ ۱۵۱۔۱۹۰)

۲۲: ابن المدینی

۲۳: یحییٰ بن سعید القطان

۲۴: حاکم نیشاپوری

۲۵: ابو عاصم النبیل ضحاک بن مخلد

۲۶: ابو حاتم الرازی

۲۷: ہشیم بن بشیر

۲۸: ذہبی

۲۹: یحییٰ بن معین

۳۰: ابن کثیر رحمہم اللہ (حوالہ جات کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۳۰۶۔۳۱۳)

معاصرین میں سے بھی بہت سے علماء صراحتاً یا عملاً اس طبقاتی تقسیم کے خلاف ہیں، مثلاً:

۱: ذہبیٔ عصر شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمنی رحمہ اللہ

۲: شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

۳: حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ

۴: شیخ البانی رحمہ اللہ

۵: ابو صہیب محمد داود ارشد

۶: مبشر احمد ربانی

۷: محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ

۸: ابو الاسجد محمد صدیق رضا

۹: حافظ عمر صدیق

۱۰: غلام مصطفیٰ ظہیر

۱۱: حافظ ابو یحییٰ نورپوری وغیرہم حفظہم اللہ

نیز دوسرے بہت سے علماء مثلاً عبدالرحمٰن مبارکپوری اور خواجہ محمد قاسم وغیرہما، آلِ دیوبند و آلِ بریلی کے بہت سے ''علماء'' مثلاً سرفراز خان صفدر دیوبندی، امداد اللہ انور، عباس رضوی

اور حسین احمد مدنی وغیرہم (حوالوں کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۲ ص ۱۹۳۔۱۹۵، وغیرہ)

حافظ ابن حجر کا اپنی طبقات مدلسین تسلیم نہ کرنا کئی دلائل سے ثابت ہے:

۱: انھوں نے اعمش (طبقۂ ثانیہ) کی معنعن روایت کو معلول یعنی ضعیف قرار دیا۔

۲: انھوں نے طبقۂ ثالثہ کی روایات کو صحیح یا حسن قرار دیا۔

۳: وہ اپنی اس کتاب سے راضی نہیں تھے، جیسا کہ ان کے کلام سے ظاہر ہے۔

(حوالے اسی مضمون میں گزر چکے ہیں)

محمد رفیق طاہر حفظہ اللہ (مدرس جامعہ دار الحدیث محمدیہ۔ملتان) نے حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ (شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ) سے طبقات المدلسین کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا:

''اصل تو یہی ہے کہ روایت مردود ہوگی، طبقات تو بعد کی پیدوار ہیں۔ پہلے محدثین میں یہی طریق چلتا رہا ہے کہ سماع کی تصریح مل جائے یا متابعت ہو تو مقبول، ورنہ مردود۔

یہ فلاں طبقہ اور فلاں طبقہ اسکی کوئی ضرورت نہیں، یہ تو بعد کے علماء کی اپنی طبقات ہیں، یہ کوئی وزنی اور پکا اصول نہیں ہے۔''

حافظ صاحب نے مزید فرمایا: ''جی ہاں، یہی سیدھا اور پکا اصول ہے، طبقات سے پہلے والے محدثین والا، کہ مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔''

(سہ ماہی مجلّہ المکرّم گوجرانوالہ شمارہ ۱۳ص ۳۷۔۳۸، الحدیث حضرو: ۹۵ص ۹۷)

۴) جس راوی کا مدلس ہونا ایک بار بھی ثابت ہو جائے، اس کی معنعن روایت ضعیف و مردود ہے، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور محدثین کا مذہب و مسلک ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۴)

اس قاعدے سے صرف دو چیزیں مستثنیٰ ہیں:

۱: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تمام مسند متصل مرفوع روایات

یہ روایات سماع، متابعات معتبرہ یا شواہد صحیحہ پر محمول ہیں۔

۲: کوئی خاص دلیل ثابت ہو۔مثلاً ابن جریج کی عطاء بن ابی رباح سے روایت، ہشیم بن بشیر کی حصین سے روایت، امام شافعی کی سفیان بن عیینہ سے روایت، یحیٰ القطان کی سفیان ثوری سے روایت اور شعبہ کی قتادہ، ابواسحاق السبیعی اور اعمش سے روایت۔ وغیرہ

۲۹: امام سفیان ثوری رحمہ اللہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ کا امام سفیان ثوری کو طبقۂ ثانیہ میں ذکر کرنا غلط ہے، اس کے غلط ہونے کی دس دلیلیں پیشِ خدمت ہیں:

۱) سفیان ثوری کا متقدمین سے قلیل التدلیس ہونا ہرگز ثابت نہیں اور اس سلسلے میں امام بخاری کی طرف منسوب قول العلل الکبیر نامی منسوب کتاب کے راوی ابو حامد التاجر کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

امام علی بن المدینی اور امام یحیٰ القطان کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ سفیان ثوری کثیر التدلیس تھے۔

معاصرین میں سے مسفر بن غرم اللہ الدمینی نے کئی قلابازیاں کھانے، غلط موقف اختیار کرنے اور غیر ثابت اقوال سے استدلال کرنے کے باوجود یہ تسلیم کرلیا ہے کہ ''**وتدلیسه کثیر**'' اور ان (سفیان ثوری) کی تدلیس کثیر (زیادہ) ہے۔

(دیکھئے التدلیس فی الحدیث ص ۲۶۶)

۲) حافظ ابن حبان نے سفیان ثوری کو صراحت کے ساتھ ان راویوں میں ذکر کیا ہے جن کی وہی روایت حجت ہے جس میں سماع کی تصریح کریں۔

(صحیح ابن حبان ۱/ ۹۰، تحقیقی مقالات ۳/ ۳۰۸)

نیز انھیں جنس ثالث (طبقۂ ثالثہ) میں ذکر کیا اور فرمایا: ان کی غیر مصرح بالسماع روایات سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (دیکھئے المجروحین لابن حبان ۱/ ۹۲)

یہ قول چونکہ بہت اہم اور اس مسئلے میں فیصلہ کن ہے، لہٰذا اس کا متن مع ترجمہ پیشِ

خدمت ہے:

حافظ ابن حبان البستی (متوفی ۳۵۴ھ) نے فرمایا:

" الجنس الثالث : الثقات المدلسون الذين كانوا يدلسون فى الأخبار مثل قتادة و يحيى بن أبي كثير والأعمش و أبو إسحاق و ابن جريج و ابن إسحاق والثوري و هشيم و من أشبههم ممن يكثر عددهم من الأئمة المرضيين و أهل الورع فى الدين كانوا يكتبون عن الكل و يروون عمن سمعوا منه فربما دلّسوا عن الشيخ بعد سماعهم عنه عن أقوام ضعفاء لا يجوز الإحتجاج بأخبارهم ، فما لم يقل المدلّس و إن كان ثقة : حدثني أو سمعت فلا يجوز الإحتجاج بخبره ، وهذا أصل أبي عبد اللّٰه محمد بن إدريس الشافعي ـ رحمه اللّٰه ـ و من تبعه من شيوخنا "

تیسری قسم: وہ ثقہ مدلسین جو روایات میں تدلیس کرتے تھے مثلاً قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، اعمش، ابواسحاق، ابن جریج، ابن اسحاق، ثوری، ہشیم اور جو اُن کے مشابہ تھے جن کی تعداد زیادہ ہے، وہ پسندیدہ اماموں اور دین میں پرہیزگاروں میں سے تھے، وہ سب سے (روایات) لکھتے اور جن سے سنتے تو اُن سے روایتیں بھی بیان کرتے تھے، بعض اوقات یا بسا اوقات وہ شیخ یعنی استاذ سے سننے کے بعد ضعیف لوگوں سے سنی ہوئی روایات اس (شیخ) سے بطورِ تدلیس بیان کرتے تھے، ان کی (معنعن) روایات سے استدلال جائز نہیں۔ پس جب تک مدلس اگرچہ ثقہ ہو حدثنی یا سمعت نہ کہے (یعنی سماع کی تصریح نہ کرے) تو اس کی روایت سے استدلال جائز نہیں اور یہ ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کی اصل (یعنی اصول) ہے اور ہمارے اساتذہ نے اس میں اُن کی اتباع (یعنی موافقت) کی ہے۔

(کتاب المجروحین ج ۱ ص ۹۲، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۸۶)

اس عظیم الشان بیان میں حافظ ابن حبان نے تدلیس کے مسئلے میں امام شافعی کی مکمل موافقت فرمائی بلکہ "منہج المتقدمین" کے نام سے "کثیر التدلیس" اور "قلیل التدلیس" کی

عجیب وغریب، شاذ اور نا قابلِ عمل اصطلاحات کے رواج کے ذریعے سے مسئلہ تدلیس کو تارپیڈو کرنے والوں کے شبہات کے پرخچے اُڑا دیئے ہیں۔

حافظ ابن حبان نے دوسری جگہ فرمایا:

" و أما المدلّسون الذین هم ثقات و عدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بینوا السماع فیما رووا مثل الثوري والأعمش و أبي إسحاق و أضرابهم من الأئمة المتقین (المتقنین) و أهل الورع فی الدین لأنا متی قبلنا خبر مدلّس لم یبین السماع فیه ۔ و إن کان ثقة لزمنا قبول المقاطیع والمراسیل کلها لأنه لا یدری لعل هذا المدلس دلّس هذا الخبر عن ضعیف یهي الخبر بذکره إذا عرف ، اللهم إلا أن یکون المدلّس یعلم أنه مادلّس قط إلا عن ثقة فإذا کان کذلك قبلت روایته و إن لم یبین السماع و هذا لیس فی الدنیا إلا سفیان بن عیینة وحده فإنه کان یدلّس و لا یدلّس إلا عن ثقة متقن و لا یکاد یوجد لسفیان بن عیینة خبر دلّس فیه إلا وجد ذلك الخبر بعینه قد بیّن سماعه عن ثقة مثل نفسه والحکم في قبول روایته لهذه العلة ۔ و إن لم یبین السماع فیها ۔ کالحکم في روایة ابن عباس إذا روی عن النبي ﷺ ما لم یسمع منه " اورمگر وہ مدلسین جو ثقہ اور عادل ہیں تو ہم ان کی بیان کردہ روایات میں سے صرف ان روایات سے ہی استدلال کرتے ہیں جن میں انھوں نے سماع کی تصریح کی ہے، مثلاً ثوری، اعمش، ابواسحاق اور ان جیسے دوسرے ائمہ متقین (ائمہ متقنین) اور دین میں پرہیزگاری والے امام، کیونکہ اگر ہم مدلس کی وہ روایت قبول کریں جس میں اُس نے سماع کی تصریح نہیں کی۔ اگرچہ وہ ثقہ تھا، تو ہم پر یہ لازم آتا ہے کہ ہم تمام منقطع اور مرسل روایات قبول کریں، **کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ ہوسکتا ہے اس مدلس نے اس روایت میں ضعیف سے تدلیس کی ہو، اگر اس کے بارے میں معلوم ہوتا تو روایت ضعیف ہوجاتی،** سوائے اس کے کہ اللہ جانتا ہے، اگر مدلس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس نے صرف ثقہ

سے ہی تدلیس کی ہے، پھر اگر اس طرح ہے تو اس کی روایت مقبول ہے اور اگر چہ وہ سماع کی تصریح نہ کرے، اور یہ بات (ساری) دنیا میں سوائے سفیان بن عیینہ اکیلے کے کسی اور کے لئے ثابت نہیں، کیونکہ وہ تدلیس کرتے تھے اور صرف ثقہ متقن سے ہی تدلیس کرتے تھے، سفیان بن عیینہ کی ایسی کوئی روایت نہیں پائی جاتی جس میں انھوں نے تدلیس کی ہو مگر اسی روایت میں انھوں نے اپنے جیسے ثقہ سے تصریحِ سماع نہ کر دی ہو، اس وجہ سے ان کی روایت کے مقبول ہونے کا حکم — اگر چہ وہ سماع کی تصریح نہ کریں — اسی طرح ہے جیسے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی روایت بیان کریں جو انھوں نے آپ سے سنی نہیں تھی، کا حکم ہے۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان ج ۱ ص ۱۶۱، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۹۰)

اس حوالے میں بھی حافظ ابن حبان نے مدلس راوی کی اس روایت کو غیر مقبول قرار دیا ہے جس میں سماع کی تصریح نہ ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ کی معناً تائید فرمائی ہے۔

حافظ ابن حبان کے اس بیان سے درج ذیل اہم نکات واضح ہیں:

۱: جس راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو، اس کی عدمِ تصریحِ سماع والی روایت غیر مقبول ہوتی ہے۔

۲: امام شافعی کا بیان کردہ اصول صحیح ہے۔

۳: امام شافعی اپنے اصول میں منفرد نہیں بلکہ ابن حبان اور اُن کے شیوخ (نیز [عبدالرحمٰن بن مہدی] احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، مزنی، بیہقی اور خطیب بغدادی وغیرہم) نے امام شافعی کی تائید فرمائی ہے۔

۴: کثیر اور قلیل تدلیس میں فرق کرنے والا منہج صحیح نہیں بلکہ مرجوح ہے۔

۵: اگر مدلس کی عن والی روایت مقبول ہے تو پھر منقطع اور مرسل روایات کیوں غیر مقبول ہیں؟

۶: مدلسین مثلاً امام سفیان ثوری رحمہ اللہ وغیرہ کی معنعن اور سماع کی صراحت کے بغیر والی روایات غیر مقبول ہیں، اگر چہ بعض متاخر علماء نے انھیں طبقہ ثانیہ یا طبقہٴ اولیٰ میں ذکر کر

رکھا ہو۔

۷: حافظ ابن حبان کے نزدیک امام سفیان بن عیینہ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے۔ ہمیں اس آخری شق سے دو دلیلوں کے ساتھ اختلاف ہے:

۱: بعض اوقات سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ غیر ثقہ سے بھی تدلیس کر لیتے تھے۔ مثلاً دیکھئے تاریخ یحییٰ بن معین (روایۃ الدوری: ۹۷۹) کتاب الجرح والتعدیل (۱۹۱/۷) اور میری کتاب: توضیح الاحکام (ج ۲ص ۱۴۹)

لہٰذا یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ قاعدہ اَغلبیہ ہے، نیز انھیں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دینا غلط ہے۔

۲: امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بعض اوقات ثقہ مدلس (مثلاً ابن جریج) سے بھی تدلیس کرتے تھے۔

دیکھئے الکفایہ (ص ۳۵۹۔۳۶۰ وسندہ صحیح) اور توضیح الاحکام (ج ۲ص ۱۴۸)

میں نے یہ کہیں بھی نہیں پڑھا کہ سفیان بن عیینہ ثقہ مدلس راویوں سے بطورِ تدلیس صرف وہی روایات بیان کرتے تھے جن میں انھوں نے سفیان کے سامنے سماع کی تصریح کر رکھی ہوتی تھی، لہٰذا کیا بعید ہے کہ ثقہ مدلس نے ایک روایت تدلیس کرتے ہوئے بیان کی ہو اور سفیان بن عیینہ نے اس ثقہ مدلس کو سند سے گرا کر روایت بیان کر دی ہو، لہٰذا اس وجہ سے بھی ان کی معنعن روایت نا قابلِ اعتماد ہے۔ واللہ اعلم

۳) سفیان ثوری اپنے نزدیک غیر ثقہ یعنی سخت مجروح راوی سے بھی تدلیس کرتے تھے مثلاً انھوں نے ایک راوی سے حدیث المرتدہ بطورِ تدلیس بیان کی اور پوچھے جانے کے بعد فرمایا: یہ روایت ثقہ سے نہیں ہے۔ (الانتقاء ص ۱۴۸، تحقیقی مقالات ۳/ ۳۰۶)

یہ وہ راوی ہے جس کی وفات پر سفیان ثوری نے بہت شدید الفاظ فرمائے۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۵۳ وسندہ صحیح)

اور ثوری نے اس راوی کو ضال مضل بھی کہا۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۳۳۶، وسندہ حسن)

٤) امام سفیان ثوری ضعیف راویوں سے بھی تدلیس کرتے تھے۔

(مثلاً دیکھئے میزان الاعتدال ۲/ ۱۶۹ ت ۳۳۲۲)

اور حافظ ذہبی وغیرہ نے یہ اصولِ حدیث بیان کیا ہے کہ جو راوی ضعیف راویوں سے تدلیس کرے تو اس کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

(دیکھئے الموقظہ ص ۴۵، تحقیقی مقالات ۳/ ۳۰۷)

۵) امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا: میں نے سفیان سے صرف وہی کچھ لکھا ہے جس میں انھوں نے حدثنی اور حدثنا کہا، سوائے دو حدیثوں کے۔

(تحقیقی مقالات ۳/ ۳۰۸، کتاب العلل لاحمد: ۱۱۳۰)

اس سے معلوم ہوا کہ امام یحییٰ القطان اپنے استاذ امام سفیان ثوری کی معنعن روایات کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

٦) امام علی بن المدینی نے فرمایا: لوگ سفیان کی حدیث میں یحییٰ القطان کے محتاج ہیں، کیونکہ وہ (ان کی صرف) مصرح بالسماع روایات بیان کرتے تھے۔

(الکفایہ ص ۳۶۲، تحقیقی مقالات ۱/ ۲۶۴، ۳/ ۳۰۷۔ ۳۰۸)

اس سے معلوم ہوا کہ ابن المدینی کے نزدیک سفیان کی ہر معنعن روایت سماع پر محمول نہیں ہوتی تھی یعنی وہ انھیں طبقۂ ثانیہ میں شمار نہیں کرتے تھے۔

۷) حاکم نیشاپوری نے سفیان ثوری کو تیسری جنس (یعنی طبقۂ ثالثہ) میں ذکر کر کے بتایا کہ وہ مجہول راویوں سے روایت کرتے تھے۔ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۶)

اس عبارت کو علائی نے درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

اور تیسرے وہ جو مجہول نامعلوم لوگوں سے تدلیس کرتے تھے جیسے سفیان ثوری...

(جامع التحصیل ص ۳۰۹، تحقیقی مقالات ۳/ ۳۰۹)

۸) ابو عاصم النبیل بھی اپنے استاد سفیان ثوری کی ہر معنعن روایت کو سماع پر محمول نہیں سمجھتے تھے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۳/ ۳۱۰)

۹) ابو حاتم الرازی نے ایک معنعن روایت کے بارے میں فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ ثوری نے اسے قیس (بن مسلم الجدلی الکوفی) سے سنا ہے، میں اسے مدلَّس (یعنی تدلیس شدہ) سمجھتا ہوں۔ (علل الحدیث: ۲۲۵۵، تحقیقی مقالات ۳/ ۳۱۰)

یعنی ابو حاتم الرازی بھی امام ثوری کی ہر روایت کو سماع پر محمول نہیں سمجھتے تھے۔

۱۰) نووی شافعی اور عینی حنفی وغیرہما نے صاف طور پر سفیان ثوری کی روایت کے بارے میں فرمایا: سفیان مدلسین میں سے ہیں... اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ تصریح بالسماع ثابت ہو جائے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۳/ ۳۱۱)

اس طرح کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں، مثلاً ابن الترکمانی وغیرہ کے اقوال لہٰذا ثابت ہوا کہ سفیان ثوری کو طبقۂ ثانیہ میں ذکر کرنا غلط ہے اور صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتابوں میں ان کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے، سوائے یحییٰ القطان کے کہ ان کی ثوری سے معنعن روایت بھی سماع پر محمول یعنی صحیح ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: امام سفیان ثوری کی تدلیس اور طبقۂ ثانیہ (تحقیقی مقالات ۳/ ۳۰۶۔۳۲۷)

موجودہ دور میں بھی بہت سے عرب علماء نے سفیان ثوری کو مدلس قرار دیا ہے مثلاً شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانی رحمہ اللہ، شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ (حافظ عبدالمنان نورپوری کے احکام و مسائل ج۱ ص ۱۴۵) اور شیخ محمد بن علی بن آدم بن موسیٰ الاثیوبی المکی حفظہ اللہ (البحر المحیط الثجاج فی شرح صحیح مسلم الحجاج جلد ۱۹ ص ۵۴، الحدیث حضرو: ۹۶ ص ۴) وغیرہم

۳۰: خلاصۃ الکلام

آخر میں خلاصۃ الکلام کے طور پر عرض ہے کہ مسئلۂ تدلیس اور بعض الناس کے شبہات و اعتراضات، نیز علمی تحقیق کے لئے راقم الحروف کے درج ذیل مضامین کا مطالعہ

بے حد مفید ہے:

۱: التاسیس فی مسئلۃ التدلیس (تحقیقی مقالات ۱/ ۲۵۱۔۲۹۰)

۲: تدلیس اور محدثین کرام (تحقیقی مقالات ۳/ ۲۱۸۔۲۲۳)

۳: تدلیس اور فرقۂ مسعودیہ کا انکارِ محدثین (تحقیقی مقالات ۳/ ۲۲۴۔۲۴۴)

۴: سلیمان الاعمش کی ابوصالح وغیرہ سے معنعن روایات کا حکم (تحقیقی مقالات ۳/ ۳۰۰۔۳۰۵)

۵: امام سفیان ثوری کی تدلیس اور طبقۂ ثانیہ (تحقیقی مقالات ۳/ ۳۰۶۔۳۲۷)

۶: تدلیس اور بریلویہ (تحقیقی مقالات ۳/ ۶۱۲۔۶۱۴)

۷: اصولِ حدیث اور مدلس کی عن والی روایت کا حکم (تحقیقی مقالات ۴/ ۱۵۱۔۱۶۷)

۸: امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلہ تدلیس (تحقیقی مقالات ۴/ ۱۶۸)

۹: مسئلہ تدلیس اور محدثین (توضیح الاحکام ۱/ ۵۶۹۔۵۷۰)

۱۰: سفیان ثوری رحمہ اللہ اور ان کی تدلیس (توضیح الاحکام ۱/ ۵۷۰۔۵۷۱)

۱۱: صحیح بخاری اور سفیان ثوری (توضیح الاحکام ۲/ ۳۱۵۔۳۱۷)

۱۲: امام سفیان ثوری اور طبقۂ ثالثہ کی تحقیق (توضیح الاحکام ۲/ ۳۱۷۔۳۱۸)

۱۳: امام سفیان ثوری کی تدلیس اور طبقۂ ثانیہ (توضیح الاحکام ۲/ ۳۱۸۔۳۴۰) مکرر

۱۴: امام بخاری تدلیس سے بری تھے۔ (توضیح الاحکام ۲/ ۳۴۱۔۳۴۲)

۱۵: کیا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تدلیس کرتے تھے؟ (توضیح الاحکام ۲/ ۳۴۲۔۳۴۵)

ہم بحمد اللہ اصول کے پابند ہیں، اصولِ حدیث اور علم اسماء الرجال کو ہمیشہ مدنظر رکھتے ہیں، دوغلی پالیسیوں اور دورُخیوں سے سخت بیزار اور انتہائی دور ہیں اور جب اپنی غلطی معلوم ہو جائے تو علانیہ (علیٰ رؤوس الاشہاد) رجوع کرتے ہیں اور اسی میں خیر ہے۔ ان شاء اللہ

(۱۷/ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ بمطابق ۴/ اکتوبر ۲۰۱۲ء)

ازقلم: مولانا ابوصہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ

[تقریظ: جمہور محدثین اور مسئلۂ تدلیس]

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم۔أما بعد:

زیرِ نظر رسالہ محبی واخی الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ تعالیٰ کا مسئلہ تدلیس پر ہے۔
صحیح اور خالص حق یہی ہے کہ جس راوی سے ایک بار بھی تدلیس کرنا ثابت ہو، اس کی معنعن روایت حجت نہیں۔

اِلا یہ کہ اس کی متابعت یا تحدیث مل جائے، یہی موقف متقدمین حضرات محدثین کا تھا۔
طبقاتی تقسیم بعد کے علماء کی ہے، جو انھوں نے اپنے ذوق کے مطابق کی ہے۔
میرے شیخ حضرت گوندلوی (شیخ الحدیث محمد یحییٰ بن محمد یعقوب گوندلوی) رحمہ اللہ تعالیٰ طبقاتی تقسیم کے قائل تھے۔ مگر آخری عمر میں انھوں نے اس سے رجوع کرلیا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ مدلس خواہ تدلیس کم کرے یا زیادہ اس کی روایت سماع کی صراحت کے بغیر نا قابلِ حجت ہے۔

وفات سے دو تین برس قبل ایک جگہ لکھتے ہیں:
''راقم نے خیر البراھین میں لکھا تھا کہ سفیان کی تدلیس مضر نہیں مگر بعد ازاں تحقیق سے معلوم ہوا کہ مضر ہے'' (حاشیہ ضعیف اور موضوع روایات ص ۲۵۹، طبع ثانی)

ابوصھیب محمد داود ارشد

(اکتوبر ۲۰۱۲ء)

ابوصہیب محمد داود ارشد
اکتوبر ۲۰۱۲ء

از قلم: محترم ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

[تقریظ: جمہور محدثین اور مسئلۂ تدلیس]

نحمده و نصلّی علٰی رسوله الکریم أما بعد:

تمام عقائد و احکام کی اساس اور بنیاد قرآن مجید اور احادیث صحیحہ ثابتہ و حسنہ پر ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اور شرعی حکم کے اعتبار سے دونوں مساوی ہیں یعنی جس طرح قرآن حکیم سے شرعی احکامات ثابت ہوتے ہیں اسی طرح احادیث و سنن سے بھی۔

امام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المعروف خطیب بغدادی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: "**باب ما جاء فی التسوية بين حكم كتاب الله تعالٰى و حكم سنة رسول الله ﷺ في وجوب العمل و لزوم التكليف**" (الکفایۃ فی معرفۃ اصول علم الروایۃ ۱/ ۵۹، مکتبۃ ابن عباس)

یعنی عمل کے وجوب اور شرعی تکلیف کے لزوم میں کتاب و سنت کا حکم برابر ہے۔

احادیث کو ضبط کرنے، اور ان کی تدوین میں آئمہ حدیث نے نمایاں کارنامے سرانجام دیئے، پھر راویانِ حدیث کے مکمل حالات، سن ولادت و وفات، ان کے مشائخ و تلامذہ، تعریف و توثیق، تضعیف و تجریح، رحلات علمیہ وغیرہ کو بھی انتہائی عمدہ طریقے سے ضبط کیا۔

اسی طرح علم روایت و درایت کے اصول و ضوابط کا تعین بھی کیا۔ جن کی بنیاد پر روایات کی جانچ پڑتال کی جا سکتی ہے۔ ان ہی اصولی مسائل میں سے ایک مسئلہ تدلیس بھی ہے۔ جس پر آئمہ حدیث نے ازحد کام کیا اور مدلسین کے اسماء، ان کی روایات، تدلیس کی اقسام وغیرہ پر تفصیلی گفتگو کی اور غیر صحیحین میں مدلس کی وہ روایت جس میں وہ اپنے شیخ سے سماع کی تصریح نہیں کرتا، کیا تصریحِ سماع کے بغیر درست ہے یا نہیں؟ امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور آئمہ اصولیین کے ہاں جو شخص ایک مرتبہ تدلیس کا مرتکب ہوتا ہے اور اپنا عیبِ تدلیس نمایاں کر دیتا ہے تو وہ تصریحِ سماع کے بغیر قابل قبول نہیں۔

اور صحیحین کی روایات پر چونکہ اُمت کے علماء کا اتفاق ہے کہ وہ صحیح ہیں اور انھیں تلقی بالقبول حاصل ہے اس لیے وہ زیرِ بحث نہیں۔

عصر حاضر میں بھی مسئلہ تدلیس پر علماء نے کافی بحث شروع کر رکھی ہے اور پھر راوی قلیل التدلیس ہو یا کثیر التدلیس .....

ہمارے فاضل دوست اور عصر حاضر کے عظیم محقق شیخ زبیر علیزئی حفظہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس مسئلہ پر بڑا علمی و تحقیقی مقالہ لکھا۔ جو پہلے ''التأسیس فی مسئلۃ التدلیس'' کے عنوان سے ان کے ہاں طبع ہو کر دادِ تحسین وصول کر چکا ہے۔ اور اب پھر نئے سرے سے مسئلہ تدلیس اس پر شبہات اور ان کے ازالے۔ فضیلۃ الشیخ نے بڑے احسن انداز سے کر دیئے ہیں جو علم حدیث کے طلبہ کے لئے عظیم تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ شیخ کے عمل کو درجہ قبولیت پر فائز کرے۔ اور نجات کا وسیلہ و ذریعہ بنائے۔ اور منہج سلف صالحین پر تمسک عطا کیے رکھے۔ آمین یارب العالمین (۲۰۱۳/۱/۳ء)

خادم العلم والعلماء
ابو الحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ
رئیس مرکز الحسن سبزہ زار 882/
بی بلاک لاہور
۲۰۱۳/۱/۳ء

اعلانات

۱: الحدیث حضرو (شمارہ: ۱۰۱) میں صفحہ ۳۴ سطر ۱۸ پر کمپوزنگ کی غلطی سے ''أحمد بن محمد الصیمري'' چھپ گیا ہے، جب کہ صحیح عبارت ''أحمد بن محمد الصیرفي'' ہے جیسا کہ مذکورہ مضمون کے قلمی مسودے میں لکھا ہوا ہے۔

۲: محمد زبیر صادق آبادی کی طرف سے کافی عرصہ پہلے فیصل آباد کے کسی ''عبدالخالق دیوبندی کے بیس جھوٹ'' [ایک جوابی مضمون] ادارہ الحدیث حضرو کو موصول ہوا تھا لیکن مجہول دیوبندی کا ایڈریس گم ہونے کی وجہ سے وہ ابھی تک بھیجا نہیں جا سکا، لہٰذا مجہول دیوبندی مکتبۃ الحدیث حضرو سے رابطہ کرے۔

حافظ زبیر علی زئی

قاضی ابوالقاسم احمد ابن بقی البقوی القرطبی رحمہ اللہ

قاضی ابوالقاسم احمد ابن بقی البقوی القرطبی رحمہ اللہ (م ۶۲۵ھ) کا مختصر و جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

نام ونسب: ابوالقاسم احمد بن یزید بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن احمد بن مخلد بن عبد الرحمٰن بن احمد بن بقی بن مخلد الاموی البقوی القرطبی المخلدی رحمہ اللہ

ولادت: ۱۲/ ذوالقعدہ ۵۳۷ھ

اساتذہ: ابوالحسن عبدالرحمٰن بن احمد ابی القاسم بن محمد، محمد بن عبدالحق الخزرجی، خلف بن بشکوال، ابوزید السہیلی صاحب الروض الانف، ابوالحسن شریح بن محمد المقرئ اور عبدالملک بن مسرہ وغیرہم۔ رحمہم اللہ

تلامذہ: محمد بن عیاش الخزرجی، ابوالقاسم ابن الایسر الجذامی، ابوالحکم مالک بن المرحل الادیب اور ابومحمد عبداللہ بن محمد بن ہارون وغیرہم۔ رحمہم اللہ

فضائل:

۵: ابن الابار (م ۶۵۸ھ) نے کہا: "**وكان من رجالات الأندلس جلالاً وكمالاً**" اور وہ اندلس کے جلیل اور کامل مردوں میں سے تھے۔

اور کہا: "**فحمدت سيرته ولم تزده الرفعة إلا تواضعًا.**"

پس ان کی سیرت محمود (اچھی) تھی اور عظمتِ شان کی وجہ سے آپ کے تواضع میں اضافہ ہی ہوا۔ (التکملہ لکتاب الصلۃ مع الصلہ ۳/ ۸۴ ت ۲۹۱)

۲: حافظ ذہبی نے فرمایا: "**الإمام العلامة المحدّث المسند قاضي الجماعة**".

(سیر اعلام النبلاء ۲۲/ ۲۷۴)

اور فرمایا: "**وكان ظاهري المذهب**" اور وہ ظاہری مذہب والے تھے۔ (العبر ۳/ ۱۹۶)

۱: حافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری رحمہ اللہ (م ۶۵۶ھ) نے فرمایا: ''القاضي الأجل المحدّث المسند قاضي الجماعة ...'' (التکملۃ لوفیات النقلۃ ۳/ ۲۲۸ ت ۲۲۰۸)

۳: ابن مسدی نے کہا: ہمارے شیخ مراکش اور اندلس میں چوٹی کے مقام پر تھے... وہ اجماع اور اختلاف کو جاننے والے، ترجیح اور انصاف کی طرف مائل تھے۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ۴۵/ ۲۲۱، سیر اعلام النبلاء ۲۲/ ۲۷۰۔ ۲۷۶)

۴: مفسر ابوحیان محمد بن یوسف الاندلسی رحمہ اللہ (م ۷۴۵ھ) نے فرمایا:

''وكان فقيهاً عالماً على مذهب أهل الحديث ....'' اور وہ اہل حدیث کے مذہب پر فقیہ عالم تھے۔ (تفسیر البحر المحیط ۴/ ۱۷، المائدہ: ۹۱ معجم شیوخ السبکی ص ۶۰۱)

اس سے ثابت ہوا کہ حافظ ذہبی کا انھیں ''المالکی'' لکھنا غلط ہے اور خود حافظ ذہبی نے لکھا ہے: ''وقد كان رحمه الله يغلب عليه الميل إلى مذهب أهل الأثر والظاهر في أموره وأحكامه'' اور آپ رحمہ اللہ پر (تمام) امور و احکام میں اہلِ اثر اور اہلِ ظاہر کے مذہب کی طرف جھکاؤ غالب تھا۔ (النبلاء ۲۲/ ۲۷۶)

حافظ ذہبی نے مزید لکھا ہے:

''وكان أبو القاسم يغلب عليه النزوع إلى مذهب أهل الحديث والظاهر في أحكامه وأموره.'' اور ابوالقاسم پر اپنے احکام (فیصلوں) اور امور میں اہلِ حدیث و اہلِ ظاہر کی طرف رجحان و میلان غالب تھا۔ (تاریخ الاسلام ۴۵/ ۲۲۲)

ان عبارات میں اہلِ حدیث، اہلِ ظاہر اُن لوگوں کو کہا گیا ہے جو کسی کی تقلید نہیں کرتے بلکہ حدیث اور آثار کو ترجیح دیتے ہیں۔

اہلِ ظاہر کا مشہور مسئلہ ہے کہ تقلید جائز نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حزم الاندلسی الظاہری نے لکھا ہے: ''والتقليد حرام'' اور تقلید حرام ہے۔

(النبذۃ الکافیہ فی احکام اصول الدین ص ۷۰، تحقیقی مقالات ۳/ ۴۰)

یعقوب بن یوسف بن عبدالمؤمن الظاہری (م ۵۹۵ھ) نے علماء کو حکم دیا کہ وہ

صرف قرآن مجید اور سنتِ نبویہ (حدیث) کے مطابق ہی فتوے دیں اور مجتہدین متقدمین میں سے کسی کی تقلید نہ کریں۔ (تاریخ ابن خلکان ۷/۱۱، تحقیقی مقالات ۳/۴۲)

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابی بکر بن الابار القضاعی الاندلسی البلنسی (م ۶۵۸ھ) نے بکر بن خلف بن سعید بن عبدالعزیز بن کوثر الغافقی الاشبیلی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

''وکان فقیھًا علٰی مذهب أهل الظاهر، لایر ی التقلید''

وہ اہلِ ظاہر کے مذہب پر فقیہ تھے، تقلید کے قائل نہیں تھے۔

(التکملہ لکتاب الصلہ ۳/۱۵۰ ت ۵۷۸)

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ قاضی احمد البقوی رحمہ اللہ اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے اور امام مالک وغیرہ کسی کی تقلید کے بھی قائل نہیں تھے۔

۶: وہ موطأ امام مالک کے راویوں میں سے ایک اہم راوی تھے۔

فوائد:

بقی بن مخلد کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: ''**وکان مجتهدًا لایقلد أحدًا**''

اور وہ مجتہد تھے، کسی ایک کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ (تاریخ الاسلام ۲۰/۳۱۳، تحقیقی مقالات ۳/۳۰)

عبداللہ بن وہب کے بارے میں فرمایا: ''**کان ... مجتهدًا لا یقلد أحدًا**''

حسن بن موسیٰ الاشیب کے بارے میں فرمایا: ''**لا یقلد أحدًا**''

اس طرح کے بہت سے حوالوں کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات (۳/ ۲۵-۶۴)

سرفراز خان صفدر نے اپنی دیوبندی زبان میں لکھا ہے: ''ہاں غیر مقلدین حضرات کو ایسے ٹھوس اور صریح حوالجات درکار ہیں جن میں مجتہد کے بعد لا یقلد احدًا کے الفاظ ہوں مثلاً امام داود بن علی الظاہریؒ..... اس قسم کے صریح اور غیر متعارض حوالے ان کے لئے مفیدِ مطلب ہو سکتے ہیں۔'' الخ (طائفہ منصورہ ص ۱۴۶)

وفات: قاضی احمد البقوی ۱۵/ رمضان ۶۲۵ھ کو بعد از نماز جمعہ فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ

(۱۷/ اکتوبر ۲۰۱۲ء)

حافظ زبیر علی زئی

غلام رسول سعیدی، حیلہ اسقاط اور ایک موضوع روایت

غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا ہے:

''نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:

حافظ سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ اگر صدقہ سو ہاتھوں سے منتقل ہوتا ہوا کسی شخص کو ملے تو ہر شخص کو اتنا ثواب ہوگا جتنا پہلے شخص کو ثواب ملے گا اور کسی کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔ (فیض القدیر شرح جامع صغیر ج ۵ ص ۳۳۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ)

علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو خطیب بغدادی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے، اس کی سند میں بشیر بلخی ضعیف راوی ہے۔

اس اصل پر فقہاء نے حیلہ اسقاط کو جائز کہا ہے۔'' (تبیان القرآن ج ۱ ص ۷۴۴ طبع ۲۰۰۵ء)

یہ روایت تاریخ بغداد میں بشیر بن زیاد البلخی: حدثنا عبداللہ بن سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے موجود ہے اور اس کا عربی متن درج ذیل ہے:

''**لو مرت الصدقة علیٰ یدي مائة لکان لهم من الأجر مثل أجر المبتدئ من غیر أن ینقص من أجره شیئًا**'' (۷/ ۱۳۱ ت ۳۵۶۸)

اس کے راوی عبداللہ بن سعید بن ابی سعید المقبری کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے فرمایا:

''**جلست إلیٰ عبداللّٰه بن سعید بن أبي سعید المقبري و کنیته أبو عباد و استبان لي کذبه في مجلس**'' میں ابو عباد عبداللہ بن سعید بن ابی سعید المقبری کے پاس بیٹھا اور ایک ہی مجلس میں میرے سامنے اس کا جھوٹ ظاہر ہوگیا۔ (الکامل لابن عدی ۴/ ۱۴۸۰، دوسرا نسخہ ۵/ ۲۶۹ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے التاریخ الاوسط للبخاری ۳/ ۵۱۲۔ ۵۱۳ ت ۷۶۸)

۲: ابو حفص عمرو بن علی الفلاس الصیرفی نے فرمایا:

''منكر الحديث، متروك الحديث'' (کتاب الجرح والتعدیل ۵/ ۷۱ وسندہ صحیح)

۳: نسائی نے فرمایا: ''متروك الحديث'' (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۴۳)

۴: دارقطنی نے فرمایا: ''متروك'' (الضعفاء والمتروکون: ۳۱۰)

۵: محمد بن طاہر المقدسی نے کہا: ''وعبدالله لا شئ فى الحديث''

اور عبداللہ (بن سعید المقبری) حدیث میں کوئی چیز نہیں۔ (ذخیرۃ الحفاظ ۲/ ۹۹۱ ح ۲۰۶۵ شاملہ)

۶: حافظ ذہبی نے فرمایا: ''تركوه'' یعنی محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے۔

(دیوان الضعفاء المتروکین ۲/ ۳۸ ت ۲۱۸۳)

اور فرمایا: ''متروك'' (المہذب فی اختصار السنن الکبیر ۳/ ۱۱۰۷ ح ۴۹۸۷)

۷: حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''متروك'' (تقریب التہذیب: ۳۳۵۶)

۸: نورالدین ہیثمی نے فرمایا:

''وهو متروك'' (مجمع الزوائد ۷/ ۱۶۳ باب منہ فی فضل القرآن ومن قرأہ)

۹: امام بخاری نے فرمایا:

''تركوه'' یعنی محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ۲/ ۲۵۹ ت ۸۱۰)

۱۰: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا:

''لا يكتب حديثه'' اس کی حدیث لکھی نہیں جاتی۔ (الضعفاء للعقیلی ۲/ ۲۵۸ وسندہ حسن)

نیز محمد بن طاہر پٹنی ہندی (م ۹۸۶ھ) نے کہا: ''متروك'' (تذکرۃ الموضوعات ص ۲۰۹)

ایسے متروک وکذاب راوی کی روایت موضوع ہوتی ہے، نیز اس سند میں بشیر بن زیاد البلخی ہے جسے ہمارے علم کے مطابق کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا، بلکہ حافظ ذہبی نے اسے بشیر بن زیاد الخراسانی قرار دے کر میزان الاعتدال میں جرح کی ہے اور دیوان الضعفاء والمتروکین میں لکھا ہے: ''صاحب مناكير'' منکر روایتیں بیان کرنے والا۔

(ج ۱ ص ۱۲۲ ت ۶۱۱)

ضعف الطالب والمطلوب کی کتنی بڑی مثال ہے کہ غلام رسول سعیدی صاحب اور

ان کے فقہاء کی اصل دلیل وہ روایت ہے جسے صاحبِ مناکیر نے کذاب ومتروک سے روایت کیا ہےاور ایسی روایات وتحریفات پر ہی بریلویت کا ڈھانچہ کھڑا ہے۔

تنبیہ بلیغ: سعیدی صاحب نے عبدالرؤوف المناوی (صوفی) کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''اس کی سند میں بشیر بلخی ضعیف راوی ہے۔'' (تبیان القرآن ۱/ ۴۴۷)

حالانکہ مناوی نے بشیر البلخی پر کوئی جرح نہیں کی بلکہ لکھا ہے:

''**وفیه عبدالله بن سعید المقبري قال الذهبي فی الضعفاء ترکوه**'' اس میں عبداللہ بن سعید المقبری ہے، ذہبی نے کتاب الضعفاء میں فرمایا: انھوں (محدثین) نے اسے ترک کر دیا ہے۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۵/ ۴۲۳ ح ۷۴۹۲ وضعفه السیوطی فی الجامع الصغیر)

معلوم یہی ہوتا ہے کہ سعیدی صاحب مناوی صاحب کی عبارت سمجھے ہی نہیں، نیز ترکوہ کی جرح چھپا لینا اُن کی بہت بڑی غلطی (یا خیانت) ہے۔

بہت سے لوگ ''فضائلِ اعمال میں ضعیف روایت حجت ہے'' کے غلط اصول کا حیلہ کرتے ہوئے موضوع ومردود اور بے اصل روایات پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں، جس کا انھیں پورا پورا حساب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

(۱۰/ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۷/ اکتوبر ۲۰۱۲ء)

لوگ کون ہیں؟

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ''**من الناس**''؟ لوگ کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ''**ماالناس إلا من قال: حدثنا وأخبرنا**''

لوگ تو صرف وہی ہیں جو حدثنا اور اخبرنا کہتے ہیں۔ (مشیخۃ الصیداوی ص ۱۱۷ ح ۳۴ وسندہ صحیح)

امام احمد کے اس سنہری قول سے معلوم ہوا کہ لوگوں میں بہترین لوگ صرف محدثین کرام ہیں، احادیث بیان کرنے اور ان پر عمل کرنے والوں کے سوا باقی تمام لوگوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ (۱۹/ جنوری ۲۰۱۳ء)

محمد زبیر صادق آبادی

کیا اہلِ حدیث صرف محدثین کا لقب ہے؟

آج کل بعض دیو بندی اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت سے گفتگو کے دوران میں اہلِ حدیث کو ''غیر مقلدین'' کہتے ہیں۔ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اہلِ حدیث صرف محدثین کا لقب ہے،موجودہ لوگوں کو اہلِ حدیث کہنا جائز نہیں، لہٰذا ایسے دیو بندیوں کی تردید کیلئے آلِ دیو بند یا ان کے اکابر کے بعض حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) آلِ دیو بند کے ''شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا'' احمد علی لاہوری نے فرمایا:

''میں قادری اور حنفی ہوں۔اہل حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں۔'' (ملفوظات طیبات ص ۱۱۵، دوسرا نسخہ ص ۱۲۶)

۲) آلِ دیو بند کے مفتی رشید احمد لدھیانوی دیو بندی نے لکھا ہے:

''تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہلِ حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلافِ انظار کے پیشِ نظر پانچ مکاتبِ فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہلِ حدیث۔اس زمانے سے لیکر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا۔''

(احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۶، مودودی صاحب اور تخریبِ اسلام ص ۲۰)

۳) عبدالرشید ارشد دیو بندی نے انور شاہ کشمیری دیو بندی کے ایک مناظرے کے متعلق لکھا ہے: ''...ایک بار ایک مناظرہ میں جو حضرت ممدوح اور ایک اہل حدیث کے مابین ہوا۔اہل حدیث عالم نے پوچھا۔کیا آپ ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں؟ فرمایا نہیں۔میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں'' (بیس بڑے مسلمان ص ۳۸۳)

عبدالرشید ارشد دیو بندی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی (اہلحدیث سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا)'' (بیس بڑے مسلمان ص ۳۸۵)

۴) آلِ دیو بند کے شیخ الحدیث محمد زکریا تبلیغی نے کہا: ''میں نے اپنی جوانی کے زمانہ میں

بڑی تحقیق کی۔ قادیانیوں اور بدعتیوں اور اسی طرح اہل حدیث کو خطوط لکھے...''

(تقریر بخاری ص ۵۹)

۵) آلِ دیو بند کے ''مفتی'' سعید احمد پالنپوری نے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں عبدالحیٔ لکھنوی کا قول یوں نقل کیا ہے: ''...احناف اور اہلِ حدیث کے درمیان مخالفت تیز تر ہوگئی اور مناظرہ، مکابرہ اور مجادلہ بلکہ مقاتلہ بن گیا۔'' (ایضاح الادلہ مع حاشیہ جدیدہ ص ۳۱)

۶) محمود عالم اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''بلکہ خود مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے بھی اہل حدیث کے ساتھ مناظرہ میں مولانا اوکاڑوی کو ہی مناظر تجویز کیا تھا اور خود اس مناظرہ کی صدارت کی تھی۔'' (فتوحات صفدر ۳/۴۴۳)

۷) آلِ دیو بند کے ''مفتی'' محمد انور نے صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''ہماری رائے میں نہ صرف حنفی مسلک کے ہر امام وخطیب کے لیے خصوصاً اور عوام لیے عموماً اس کا مطالعہ نافع ہے بلکہ مسلک اہلِ حدیث کے غیر متعصب حضرات کے لیے بھی اس کا مطالعہ انشاءاللہ بصیرت افروز وچشم کشا ہوگا'' (نماز مسنون ص ۱۸)

۸) آلِ دیو بند کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''مثلاً مشہور اہلِ حدیث عالم حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ...'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۴۶)

۹) آلِ دیو بند کے مفتی محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''فاتحہ خلف الامام مشہور اختلافی مسئلہ ہے۔ امام شافعیؒ اس کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اہلِ حدیث حضرات کا اسی پر عمل ہے۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد دوم ص ۲۰۷)

۱۰) آلِ دیو بند کے ''مجدد طریقت حضرت العلام مولانا اللہ یار خان'' دیوبندی نے فرمایا: ''...دیوبندی اور اہل حدیث، ان سب کو میں اختلافات کے باوجود اسلام میں دیکھتا ہوں۔'' (حیاتِ طیبہ ص ۱۶۹، ماہنامہ ضربِ حق نمبر ۳۰ ص ۱۱)

ہم نے یہ دس حوالے بطورِ نمونہ اور مشتے از خروارے نقل کیے ہیں اور اس طرح کے دیگر بھی بہت سے حوالے موجود ہیں۔ مثلاً:

۱:    ابواحمد ''مفتی'' محمد عمر ایم اے دیوبندی نے لکھا ہے:

''بلکہ اہل حدیث عوام سے ہماری مؤدبانہ درخواست ہے کہ آپکو اِن حقائق سے بے بہرہ رکھکر آپ کا فکری استحصال کیا گیا ہے.....'' (چھُپے راز حصہ۴ص۲)

نیز مزید لکھا ہے: ''اہل حدیث عوام یہ سوچتے ہوں گے کہ...'' (ایضاً ص۳)

ان عبارات میں اہل حدیث عوام کو اہل حدیث کہا گیا ہے۔

۲:    خالد محمود ایم اے مانچسٹروی دیوبندی نے لکھا ہے:

''بریلوی جماعت کے عالم مولانا عبدالرحمٰن چشتی نے بتلایا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی مشہور اہل حدیث عالم مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی نماز جنازہ میں شامل تھے۔''

(مطالعۂ بریلویت جلد چہارم ص ۳۸۷)

۳: حاجی امداد اللہ مکی کے خلیفہ مجاز محمد انوار اللہ فاروقی نے لکھا ہے:

''حالانکہ اہل حدیث کل صحابہ تھے...''

(حقیقۃ الفقہ حصہ دوم ص ۲۲۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، الحدیث حضرو: ۹۵ ص ۲۷)

۴:    محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اہل حدیث تو تمام صحابہ تھے''

(اجتہاد اور تقلید کی بیمثال تحقیق ص ۴۸)

۵:    عبدالحق حقانی دہلوی نے لکھا ہے:

''اور اہل سنت شافعی حنبلی مالکی حنفی ہیں اور اہل حدیث بھی ان میں داخل ہیں''

(عقائد الاسلام ص ۳)

یہ کتاب (عقائد الاسلام) محمد قاسم نانوتوی کی پسندیدہ ہے۔ دیکھئے ص ۲۶۴

۶:    محمد کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے:

''ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔''

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۵ جواب نمبر ۳۷۰)

۷:    سرفراز خان صفدر دیوبندی کے بیٹے ابو عمار زاہد الراشدی دیوبندی نے لکھا ہے:

''حنفی اہل حدیث اختلافات بھی حضرت والد محترم کی تدریس وتصنیف کا مستقل موضوع رہے ہیں اور وہ نہ صرف ترمذی شریف کی تدریس میں ان مباحث پر باحوالہ تحقیقی گفتگو کرتے تھے بلکہ ان میں سے بہت سے مسائل پر انھوں نے مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں، لیکن یہ تنازعہ ان کے نزدیک دیوبندی بریلوی تنازعہ کی طرح اصولی نہیں تھا بلکہ وہ ان مسائل کو فروعی مسائل کا درجہ دیتے تھے۔'' (ماہنامہ الشریعۃ گوجرانوالہ مارچ ۲۰۱۰ء ص ۴)

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ آلِ دیوبند کے نزدیک بھی اہلِ حدیث کا لقب محدثین اور ان کے عوام یعنی عاملین بالحدیث سب کو شامل ہے اور اس لقب کو صرف محدثین کرام کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں۔

بعض آلِ دیوبند نے جب دیکھا کہ محدثین نے طائفہ منصورہ تو اہلِ حدیث کو قرار دیا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''يعني أهل الحديث'' یعنی اس سے مراد اہلِ حدیث ہیں۔

(مسألۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب ص ۴۷، تحقیقی مقالات از حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ ج ۱ ص ۱۶۱)

تو بعض آلِ دیوبند نے اپنے لئے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے بھی اہلِ حدیث کا لفظ استعمال کیا، جس کے چند حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱: انوار خورشید دیوبندی کے لکھا ہے: ''یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اہل حدیث کہلانے کے مستحق بھی احناف ہیں نہ کہ غیر مقلد، '' (حدیث اور اہلحدیث ص ۸۸)

۲: امجد سعید دیوبندی نے سرخی جماتے ہوئے لکھا ہے: ''احناف ہی اصل میں اہلحدیث ہیں'' (سیف حنفی ص ۱۲۵)

۳: پالن حقانی دیوبندی نے لکھا ہے: ''میرے نزدیک اِنصاف اور دیانتداری کی بات اگر پوچھو تو یہ ہے کہ اِس زمانہ میں جن کی عملی زندگی ہے وہ اہلِ حدیث بھی ہیں اور اہلِ تقلید بھی ہیں اور صحیح معنی میں وہی سنّت والجماعت ہیں...'' (شریعت یا جہالت ص ۱۷۳۔۱۷۴)

یہ کتاب محمد زکریا تبلیغی کی مصدقہ ہے۔ (۲۱/ جنوری ۲۰۱۳ء)

Monthly **AlHadith** Hazro

ھمارا عزم

✿ قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری ✿ سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
✿ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت ✿ صحیح وحسن روایات
سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب ✿ اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
✿ علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان ✿ مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم و
متانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد ✿ اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
✿ دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع ✿ قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے
اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر
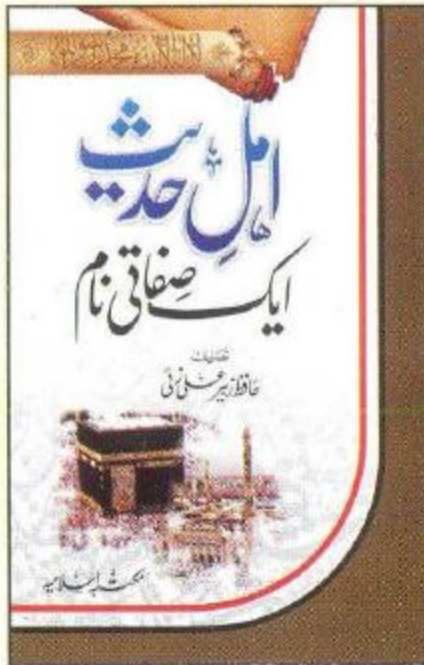
طائفہ منصورہ کے صفاتی نام
''اہل حدیث'' کے دلائل اور اس پر
اعتراضات کے مسکت جوابات